هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

(سورۃ آل عمران ۱۳۸)

دُروسِ قرآن

سورۃ العلق سے سورۃ الناس تک آخری 19 سورتوں کی مختصر تفسیر

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi Sambhali

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

(سورۃ آل عمران ۱۳۸)

دُروسِ قُرآن

(سورۃ العلق سے سورۃ الناس تک آخری ۱۹ سورتوں کی مختصر تفسیر)

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi Sambhali

www.najeebqasmi.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

Duroos-e-Quran

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب:	دُرُوسِ قرآن
مصنف:	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن:	مارچ ۲۰۱۸ء
تعداد اشاعت:	پانچ ہزار

www.najeebqasmi.com

najeebqasmi@gmail.com

Published by:

Discover Publishing Ltd, Dublin, Ireland

ISBN:9780995788500 4

Printed at Nomani Printing Press, Lucknow, India

First Edition (5000 copies)

ایک اہلِ خیر کے تعاون سے کتاب کا پہلا ایڈیشن (پانچ ہزار نسخے) مفت تقسیم کرنے کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کارِخیر کو قبول فرماکر اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپاسرائے، سنبھل، یوپی، 244302

Dr. Mohammad Mujeeb, Ballah Ki Pulya

Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

فہرست

#	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ: محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۷
۲	تقریظ: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند	۹
۳	تقریظ: حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب۔ شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۰
۴	تقریظ: پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی۔ سابق صدر شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی	۱۱
۵	تمہیدی کلمات (☆) قرآن کریم کیا ہے؟	۱۴
۶	(☆) نزولِ قرآن	۱۵
۷	(☆) حفاظتِ قرآن	۱۷
۸	(☆) معلوماتِ قرآن	۲۰
۹	(☆) فضائلِ قرآن	۲۱
۱۰	(☆) فہم	۲۱
۱۱	(☆) مضامینِ قرآن	۲۲
۱۲	(☆) قرآنِ کریم اور ہم	۲۴
۱۳	(۱) سورۃ العلق وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟	۲۶
۱۴	(۲) سورۃ القدر قرآنِ کریم کا شبِ قدر میں نزول	۳۴
۱۵	شبِ قدر کے معنی	۳۶
۱۶	شبِ قدر کی دو اہم علامتیں	۳۷
۱۷	(۳) سورۃ البینہ اہلِ کتاب اور مشرکین مکہ کون	۳۸

#	عنوان	صفحہ
۱۸	(۴) سورۃ الزلزال ایک دن زمین اپنے اندر کے تمام انسانوں اور خزانوں کو باہر نکال دے گی	۴۶
۱۹	انسان کے تمام اعمال کو قیامت کے دن کیسے سامنے لایا جائے گا؟	۴۸
۲۰	زلزلے کیوں آتے ہیں؟	۵۱
۲۱	(۵) سورۃ العٰدیٰت انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے	۵۴
۲۲	اللہ تعالیٰ کا مختلف چیزوں کی قسم کھانا	۵۷
۲۳	(۶) سورۃ القارعہ ایک صور پوری کائنات کو ختم کر دے گا	۶۱
۲۴	قیامت کے دن کی ہولناکی	۶۳
۲۵	حضرت اسرافیل علیہ السلام کا صور پھونکنا	۶۵
۲۶	(۷) سورۃ التکاثر کیا مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے؟	۷۰
۲۷	قیامت کب واقع ہوگی؟	۷۲
۲۸	کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟	۷۳
۲۹	قبرستان کی زیارت	۷۵
۳۰	خواتین قبرستان کیوں نہیں جا سکتیں؟	۷۵
۳۱	کیا مُردے سنتے بھی ہیں؟	۷۶
۳۲	(۸) سورۃ العصر دنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا قرآنی نسخہ	۷۸
۳۳	(۹) سورۃ الھمزۃ غیبت، عیب جوئی، طعنہ زنی اور ناحق مال ہڑپنا جہنم میں لے جانے والے گناہ	۸۶
۳۴	غیبت کیا ہے؟	۸۸

#		عنوان	صفحہ
۳۵		کیا مال کا جمع کرنا گناہ ہے؟	۸۹
۳۶		جہنم کیا ہے؟	۹۱
۳۷	(۱۰) سورۃ الفیل	خانہ کعبہ کے متعلق غلط نیت رکھنے والے کا انجام وہی ہوگا جو ابرہہ کے ساتھ ہوا تھا	۹۴
۳۸		اصحابِ فیل کا واقعہ	۹۵
۳۹		بیت اللہ شریف	۹۹
۴۰		کعبہ شریف کی تعمیریں	۱۰۰
۴۱	(۱۱) سورۃ قریش	اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے کشادہ روزی اور امن وسکون کی زندگی کا وعدہ	۱۰۱
۴۲	(۱۲) سورۃ الماعون	حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی خاص تلقین	۱۰۴
۴۳		کافر، مشرک، منافق اور مؤمن کون؟	۱۰۶
۴۴		آخرت میں جزا وسزا	۱۰۷
۴۵		یتیموں کا خیال سب سے زیادہ اسلام میں رکھا گیا ہے	۱۰۸
۴۶		نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا	۱۰۹
۴۷		ریاکاری اعمال کی بربادی کا سبب ہے	۱۱۰
۴۸	(۱۳) سورۃ الکوثر	کوثر: امتِ محمدیہ کو سیراب کرنے والی جنت کی ایک نہر	۱۱۲
۴۹		حضور اکرم ﷺ کا ذکرِ مبارک	۱۱۳
۵۰		حضور اکرم ﷺ کی نسل (اولاد)	۱۱۴
۵۱		حوضِ کوثر کیا ہے؟	۱۱۵

#		عنوان	صفحہ
۵۲		نماز پڑھو اور قربانی کرو	۱۱۶
۵۳	(۱۴) سورۃ الکٰفِرُون	اسلام سے زیادہ کوئی مذہب رواداری اور حسنِ سلوک کا داعی نہیں	۱۱۸
۵۴	(۱۵) سورۃ النصر	نبی اکرم ﷺ کو اللہ کے ذکر اور استغفار کرنے کی تعلیم	۱۲۲
۵۵	(۱۶) سورۃ اللَّھَب	محسن انسانیت ﷺ کو تکلیف دینے والے ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام	۱۲۷
۵۶	(۱۷) سورۃ الاخلاص	مکمل توحید اور ہر طرح کے شرک سے نفی	۱۳۱
۵۷		سورۃ الاخلاص کے فضائل نبی اکرم ﷺ کی زبانی	۱۳۵
۵۸		سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر	۱۳۵
۵۹		سورۃ الاخلاص کی کثرت سے تلاوت کرنے والا اللہ کا عزیز	۱۳۶
۶۰		سورۃ الاخلاص سے سچی محبت کرنے والا جنت میں جائے گا	۱۳۷
۶۱		سورۃ الاخلاص کی تلاوت دنیاوی آفات سے حفاظت کا ذریعہ	۱۳۸
۶۲	(۱۸) سورۃ الفلَق	جادو، نظر بد اور آفات سے بچنے کی بڑی تاثیر	۱۴۰
۶۳	(۱۹) سورۃ النَّاس	جادو، نظر بد اور آفات سے بچنے کی بڑی تاثیر	۱۴۰
۶۴		کیا شیطان کوئی مستقل مخلوق ہے؟	۱۴۳
۶۵		کیا جادو برحق ہے؟	۱۴۴
۶۶		کیا نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تھا؟	۱۴۵
۶۷		کیا دونوں سورتوں سے دنیاوی واخروی آفات سے حفاظت ممکن؟	۱۴۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِوَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

پیشِ لفظ

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام جن وانس کی رہنمائی کے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی نسل سے ۵۷۱ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمائی۔ ماہِ رمضان کی ایک بابرکت رات ''لیلۃ القدر'' میں اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور ۶۱۱ء سے ۶۳۴ء تک تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآنِ کریم مکمل نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو یہ ذمہ داری عطا فرمائی گئی کہ آپ امت کے سامنے اپنے قول وعمل سے قرآنِ کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں، چنانچہ آپ ﷺ حکمِ خداوندی کے مطابق صحابۂ کرام کو قرآن کریم کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ نیز قرآنِ کریم کی حفاظت کی غرض سے قرآنِ کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ نزولِ وحی کے بعد آپ ﷺ کاتبینِ وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے۔

یہ مقدس کتاب حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے لے کر رہتی دنیا تک مشعلِ راہ بنی رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر اس کو اتنا جامع اور مانع بنایا ہے کہ ایمانیات، عبادات، معاملات، سماجیات، معاشیات واقتصادیات کے اصول قرآن کریم میں مذکور ہیں، ہاں ان کی تفصیلات نبی اکرم ﷺ کے قول وعمل یعنی احادیث نبویہ میں موجود ہیں۔ مگر بڑے افسوس اور فکر کی بات ہے کہ ہمارا تعلق اس کتاب سے روز بروز کم ہوتا جارہا ہے۔ یہ کتاب ہماری مسجدوں اور گھروں میں جزدانوں میں قید ہوکر رہ گئی ہے، نہ تلاوت ہے نہ تدبر ہے اور نہ ہی اس کے احکام ومسائل پر عمل۔ آج کا مسلمان دنیا کی بھاگ دوڑ میں اس قدر گم ہوگیا ہے کہ قرآنِ کریم کے احکام ومسائل کو سمجھنا تو درکنار اس کی تلاوت کے لئے بھی وقت نہیں ہے۔

قرآنِ کریم کی تعلیمات کو عام کرنے کی غرض سے نئی ٹکنالوجی سے فائدہ اٹھا کر ہر جمعہ کو مفت آن لائن درسِ قرآن ودرسِ حدیث کا اہتمام کیا گیا، جس میں ۲۰ منٹ آن لائن درس کے بعد ۱۰ منٹ کا وقفۂ سوال

وجواب بھی منعقد کیا گیا۔ آن لائن کلاسوں کی ویڈیو کو یوٹیوب پر اپلوڈ کرکے اُن کو سوشل میڈیا پر شیئر بھی کیا گیا۔ اس طرح اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے مختلف ممالک سے ہزاروں افراد نے اِن دُروس سے استفادہ کیا اور یہ سلسلہ برابر جاری وساری ہے۔ درسِ قرآن کے پہلے مرحلہ میں قرآنِ کریم کی اُن آخری ۱۹ سورتوں (سورۃ العلق سے سورۃ الناس تک) کی مختصر تفسیر بیان کی گئی جن کو عام طور پر مسلمان اپنی روزانہ پنج وقتہ نمازوں میں پڑھتے ہیں۔

عمومی فائدہ کے لیے دُروسِ قرآن ودُروسِ حدیث کو تین زبانوں (اردو، ہندی اور انگریزی) میں توفیقِ الٰہی اور ایک اہل خیر کے تعاون سے عام مسلمانوں خاص طور پر اسکول میں زیرِ تعلیم طلبہ وطالبات کو مفت تقسیم کرنے لیے شائع کررہے ہیں تاکہ دینی معلومات کی فراہمی کے ساتھ بچوں اور بچیوں کی صحیح تربیت بھی ہوسکے۔ تمام دروس ہماری ویب سائٹ (www.najeebqasmi.com) اور ہماری موبائل ایپ (Deen-e-Islam) پر بھی اپلوڈ کردئے گئے ہیں۔ کتابوں کی زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی ہے۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ترجمہ عام فہم زبان میں ہوتاکہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔ انگریزی کتابوں کو عالمی پیمانہ پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ دنیا کے شرق وغرب میں اس سے استفادہ کیا جاسکے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے اور اِن چھ کتابوں کی اشاعت میں جس شخص نے جس نوعیت سے بھی تعاون پیش کیا ہے سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ نیز حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب، حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود میری اِن کتابوں کو پڑھ کر اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ماہر تعلیم اور مشہور تاجر جناب ڈاکٹر ندیم ترین صاحب اور میرے محسن جناب ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کی دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کے لیے خصوصی طور پر بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتا ہوں جن کی کاوشوں سے تین زبانوں میں چھ کتابوں کی اشاعت کا یہ پروجیکٹ پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ = ۳۰ جنوری ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی کا تعلق مغربی اترپردیش کے مشہور مردم خیز شہر سنبھل سے ہے جہاں سے متعدد علماء، اکابر، مشائخ، مصلحین اور ارباب تصنیف وتالیف عالم آشکارا ہوئے۔

مولانا موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علمی ذوق کے حامل عالمِ دین ہیں، مولانا کا مستقل قیام سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض شہر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو علمی وتصنیفی ذوق کے ساتھ امت کے حق میں دلِ دردمند بھی عطا فرمایا ہے۔ مولانا کے اصلاحی ودعوتی مضامین سعودی عرب، ہندوستان اور دیگر ممالک کے مختلف اخبارات اور مجلّات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا قاسمی نے نئی ٹکنالوجی کو دینی تعلیم اور تبلیغ کے لیے بہترین وسیلہ کے طور پر استعمال کرنے کی مثال قائم کی۔ چنانچہ دین اسلام (Deen-e-Islam) کے نام سے موصوف نے مختلف دینی موضوعات پر مشتمل اردو، ہندی اور انگریزی میں ایک موبائل ایپ تیار کی ہے جو کافی مقبولیت حاصل کرچکی ہے۔ نیز حج وعمرہ کے سلسلہ میں رہنمائی کے لیے اردو ، ہندی اور انگریزی میں ایک مستقل ایپ (Hajj-e-Mabroor) اس عنوان پر مصروفِ خدمت ہے۔ اسی کے ساتھ مولانا نے آن لائن دُروس قرآن ودُروس حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا ہے، جس سے مختلف ممالک سے لوگ استفادہ کررہے ہیں، نیز سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ دُروس ملت تک برابر پہونچتے رہتے ہیں۔

یہ خبر بہت مسرت افزا ہے کہ اِن دونوں دُروس کا پہلا مجموعہ اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں بڑی تعداد میں شائع ہونے والا ہے۔ بندہ نے دونوں دُروس پر نظر ڈالی اور ان کو امت کے لیے بہت ہی نافع اور مفید پایا، زبان اور اندازِ بیان سہل اور دل کش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قائم رکھنے اور مزید وسعت دینے کی توفیق بخشے اور امت کو استفادہ کا موقع عطا فرمائے۔ آمین،،،

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۵-۰۴-۱۴۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب۔ شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ

عزیز محترم مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی ایک علمی ودینی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلیؒ کا شمار اپنے عہد کے اُن جلیل القدر علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے مدارس میں تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ مدارس کے باہر کی گوناگوں دینی خدمات میں ہر طرح کی شرکت کی۔ ان کے نانا مولانا مفتی مشرف حسین صاحب سنبھلیؒ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے، اور عرصۂ دراز تک مختلف مدارس میں صحاحِ ستہ کے استاذ رہے تھے۔ خود مولانا محمد نجیب صاحب بھی فاضلِ دارالعلوم دیوبند ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم کے ساتھ ساتھ سلامتی طبع بھی نصیب فرمائی ہے، وہ کافی عرصہ سے علمی ودینی موضوعات پر لکھتے رہتے ہیں، اور آج کل کے ذرائع ابلاغ وتبلیغ میں ان کے مضامین دنیا کے کونے کونے تک پہنچتے رہے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہوں نے قرآن مجید کے دُروس شائع کرنے شروع کیے ہیں، جن میں فی الحال قرآن مجید کی آخری انیس سورتوں کا درس اور اس سے پہلے قرآن مجید سے متعلق بنیادی معلومات اور مضامین تحریر کیے ہیں۔

مولانا کا علم گہرا اور زبان سلیس ورواں ہے، اس لیے امید ہے کہ یہ دُروس بہت ہی مفید اور کارآمد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے لوگوں کو نفع پہنچائے اور خود مولانا کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

محمد زکریا سنبھلی، لکھنؤ

۷ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ ۲۵ جنوری ۲۰۱۸ء

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی۔ سابق صدر شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

قرآنِ کریم کلامِ الٰہی ہے جسے اللہ العالمین نے رب العالمین کی حیثیت سے اپنے رسول رحمت للعالمین ﷺ کے ذریعہ سارے عالم کی رہنمائی وسلامتی کا ذریعہ بنایا، اور اسی کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر چل کر تمام مسائل ومشکلات کے حل کا راستہ دکھایا جو تمام بندگانِ خدا کے درد کا مداوا ثابت ہوا۔ اب قرآنِ کریم ہی، قیامِ قیامت تک کے لیے دائمی ہدایت نامہ ہے جس سے ہر ذوق ومزاج کو بقدر ظرف رہنمائی ملتی ہے۔ یہ درحقیقت وہ سمندر ہے جس سے اس کے شناوروں اور غوّاصوں کو ان کی صلاحیت اور محنت کے بقدر ہی فائدہ پہنچتا ہے۔

قرآن ہی تاریخِ انسانی کا سب سے بڑا معجزہ ہے، ادبی، علمی، طبّی اور سائنسی معجزہ، جس کے عجائب وغرائب کے سوتے خشک ہونے والے نہیں، بشرطیکہ ایمان ویقین کے ساتھ تفکر وتدبّر کا سلسلہ جاری رکھا جائے، دلوں پر تالے نہ لگائے جائیں۔ قرآن کو قرآن کہا ہی جاتا ہے اس لیے کہ اس کی قراءت اور بار بار تلاوت وترتیل وتجوید سے اکتاہٹ نہیں ہوتی، کانوں میں لذّتِ استماع کے رس گھلتے محسوس ہوتے ہیں، دریائے معانی کے سمندر موجِ زن ہوتے ہیں، بلاغت کے لعل وگہر حاصل ہوتے ہیں، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا ہوتی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اہتمام کے ساتھ ساتھ تمام انسانیت اور خلقِ خدا کے لیے رحم وکرم کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور دلوں کا میل کچیل اور زنگ بھی صاف ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: اِنَّ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ. قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَاجَلاءُ هَا؟ قَالَ: تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَكَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ (بیہقی)

المیہ یہ ہے کہ عموماً قرآنِ کریم کو سمجھے بوجھے بغیر پڑھا جاتا ہے۔ بارگاہِ رب کے حضور عبادتوں میں لوگ کیا پڑھتے ہیں، کیا کہتے ہیں اور کیا مانگتے ہیں؟ اس کے مفہوم سے واقف نہیں۔ کسی غیر مسلم نے مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ اپنی نمازوں میں کیا کہتے ہیں؟ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں تو کیا

مانگتے ہیں؟ جواب ملا پڑھنے کو تو ہم یہ پڑھتے ہیں لیکن اس کا مطلب معلوم نہیں۔ پیشِ امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی معذرت ظاہر کی۔ غیر مسلم حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے کہا: آپ اپنی عبادتوں میں سورتیں پڑھتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، مناجات کرتے ہیں اور کچھ مانگتے ہیں، اور آپ کو اس کے مفہوم و مطالب سے واقفیت نہیں؟ تعجب اور افسوس کی بات ہے۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی جامعی خوش قسمت ہیں کہ اللہ رب العزت والجلال نے انہیں اپنے کلام کی تفہیم کی توفیق بخشی۔ فرمانِ رسول ﷺ کے بموجب خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ قرآن کریم کو سیکھنے اور سکھانے والا ہی سب سے بہتر ہوتا ہے۔ ۱۴۸ صفحات کی اس کتاب میں انہوں نے قرآنِ پاک سے متعلق جامع تعارفی وتمہیدی کلمات کے بعد نمازوں میں عموماً پڑھی جانے والی آخری ۱۹ سورتوں کے معانی ومطالب کی تفہیم کی، جن کی ابتدا نزول وحی قرآنی کی ابتدائی سورت ''اقرأ'' (سورۃ العلق) سے ہوتی ہے۔ غور طلب ہے کہ سب کے خالق و مالک رب اکرم نے سب سے پہلے کیا کرنے کو کہا اور کس طرح؟

کتاب کی زبان سادہ، سلیس اور شگفتہ ہے، مجلسوں اور مسجدوں میں تھوڑا تھوڑا کرکے سنائے جانے کے قابل ہے۔ یہی وقت کا تقاضہ ہے۔ اس کتاب کے ہر ہر سبق سے دل ودماغ میں یہ حقیقت خود بخود اتر جاتی ہے کہ قرآن (کلام اللہ) ہی نجاتِ دارین کا ضامن، تزکیۂ نفس کا وسیلہ اور سکونِ قلب کے حصول کی شاہ کلید ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب قبولیتِ عام کا شرف حاصل کرکے مؤلف کے لیے باعث اجر وثواب ثابت ہوگی۔

شفیق احمد خان ندوی

سابق صدر شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی)

۸ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ ۲۶ جنوری ۲۰۱۸ء

تمہیدی وتعارفی کلمات:

☆ قرآن کریم کیا ہے؟

☆ نزولِ قرآن

☆ حفاظتِ قرآن

☆ معلوماتِ قرآن

☆ فضائلِ قرآن

☆ فہمِ قرآن

☆ مضامینِ قرآن

☆ قرآنِ کریم اور ہم

قرآن کریم کیا ھے؟

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے جن وانس کی رہنمائی کے لئے آخری نبی حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں۔ اور وہ لوح محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ملأ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تحریر ہیں اور وہ کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہونے کے ساتھ شیاطین کے شر سے بھی محفوظ ہیں، اس لئے اس کو لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس کی شکل وصورت وحجم کیا ہے؟ یہ ہمیں نہیں معلوم، مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

قرآن قرأ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں پڑھی جانے والی کتاب۔ واقعی دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے، جس کی بغیر سمجھے بھی لاکھوں لوگ ہر وقت تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر اپنے پاک کلام کے لئے قرآن کا لفظ استعمال کیا ہے: اِنَّه لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ (سورۃ الواقعہ ۷۷) اسی طرح فرمایا: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ (سورۃ البروج ۲۱) قرآن کریم عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یوسف ۲) ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اتارا ہے جو عربی زبان میں ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ البقرۃ ۲) هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ آل عمران ۱۳۸)

نزول قرآن: حضور اکرم ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی۔

۱) گھنٹی جیسی آواز سنائی دیتی اور آواز نے جو کچھ کہا ہوتا وہ حضور اکرم ﷺ کو یاد ہو جاتا۔ جب اس طریقہ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔

۲) فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہنچا دیتا۔ ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں تشریف لاتے تھے۔

۴) بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم ﷺ کی ہم کلامی ہوئی۔ یہ صرف ایک بار معراج کے موقع پر ہوا۔ نماز کی فرضیت اسی موقع پر ہوئی۔

۵) حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک پر کوئی بات القاء فرما دیتے تھے۔

ماہ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غارِ حرا میں اتریں وہ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات ہیں: اِقْـرَاْ بِـاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار

سب سے زیادہ کریم ہے۔ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ ﷺ کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ ﷺ پر نازل فرمائیں: یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَاَنْذِرْ . وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ . وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ . وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ . اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی وفات تک وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رہا۔ غرض تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ امام رازیؒ نے قرآن کریم کے تدریجی نزول کی جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں، اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے:

۱) اگر پورا قرآن ایک دفعہ میں نازل ہوجاتا تو تمام احکام کی پابندی فوراً لازم ہوجاتی اور یہ اس حکیمانہ فیصلہ کے خلاف ہوتا جو شریعت محمدی میں ملحوظ رہی ہے۔

۲) حضور اکرم ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بار بار قرآن کریم لے کر آنا، ان اذیتوں کے مقابلے کو آسان بنا دیتا تھا اور آپ کے لیے تقویتِ قلب کا ذریعہ بنتا تھا۔

۳) قرآن کریم کا ایک حصہ لوگوں کے سوالات کے جواب اور مختلف واقعات سے متعلق ہے۔ اس لئے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے یا وہ واقعات پیش آئے۔

حفاظتِ قرآن: جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا۔ چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تا کہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ پہلے حافظ قرآن ہیں۔ چنانچہ ہر سال ماہ رمضان میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس سال آپ ﷺ نے دوبار قرآن کریم کا دور فرمایا۔ پھر آپ ﷺ صحابۂ کرام کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ خود صحابۂ کرام کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ صحابۂ کرام میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کر لیتی اور راتوں کو نماز میں اسے دہراتی تھی۔ غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔

قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا چنانچہ نزول وحی کے بعد آپ کاتبین وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے

تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے۔اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابتؓ، خلفاء راشدین، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت معاویہؓ کے نام خاص طور پر ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جب جنگ یمامہ کے دوران حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قرآن کریم ایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ ابتداء میں اس کام کے لئے تیار نہیں تھے لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لئے تیار ہو گئے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس اہم و عظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔اس طرح قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہو گیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ بھی تھے۔وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے، اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے، مگر انہوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام کے پاس

محفوظ تھیں، حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں یکجا فرمایا تا کہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔ اس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دور دراز کے عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہ و تابعین سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ صحابۂ کرام نے قرآن کریم حضور اکرم ﷺ سے مختلف قرائتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قرائتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے اپنی قراءت کو حق اور دوسری قرائتوں کو غلط سمجھنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قرائتوں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دے کر ان کو مکلّف کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحیفہ سے نقل کر کے قرآن کریم کے چند ایسے نسخے تیار کریں جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے چند نسخے تیار ہوئے اور ان کو مختلف جگہوں پر ارسال کر دیا گیا تا کہ اسی کے مطابق نسخے تیار کر کے تقسیم کر دئے جائیں۔ اس طرح امت مسلمہ میں اختلاف باقی نہ رہا اور پوری امت مسلمہ اسی نسخہ کے مطابق قرآن کریم پڑھنے لگی۔ بعد میں لوگوں کی سہولت کے لئے

قرآن کریم پر نقطے وحرکات (زبر، زیر اور پیش) بھی لگائے گئے، نیز بچوں کو پڑھانے کی سہولت کے مدنظر قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ نماز میں تلاوت قرآن کی سہولت کے لئے رکوع کی ترتیب بھی رکھی گئی۔

معلوماتِ قرآن:

منزلیں: قرآن کریم میں ۷ منزلیں ہیں۔ یہ منزلیں اس لئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ جو لوگ ایک ہفتہ میں ختم قرآن کریم کرنا چاہیں وہ روزانہ ایک منزل تلاوت فرمائیں۔

پارے: قرآن کریم میں ۳۰ پارے ہیں، انہی کو جز بھی کہا جاتا ہے۔ جو حضرات ایک ماہ میں قرآن کریم ختم کرنا چاہیں وہ روزانہ ایک پارہ تلاوت فرمائیں۔ بچوں کو قرآن کریم سیکھنے کے لئے بھی اس سے سہولت ہوتی ہے۔

سورتیں: قرآن کریم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے سوائے سورۂ توبہ کے۔ سورۃ النمل میں بسم اللہ ایک آیت کا جز بھی ہے، اس طرح قرآن کریم میں بسم اللہ کی تعداد بھی سورتوں کی طرح ۱۱۴ ہی ہے۔ ان تمام سورتوں کے نام بھی ہیں جو بطور علامت رکھے گئے ہیں بطور عنوان نہیں۔ مثلاً سورۃ الفیل کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سورہ جو ہاتھی کے موضوع پر نازل ہوئی، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ سورہ جس میں ہاتھی کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح سورۃ البقرہ کا مطلب وہ سورہ جس میں گائے کا ذکر آیا ہے۔

آیات: قرآن کریم میں چھ ہزار سے کچھ زیادہ آیات ہیں۔

سجدۂ تلاوت: قرآن کریم میں ۱۴ آیات ہیں، جن کی تلاوت کے وقت اور سننے کے وقت سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

مکی ومدنی آیات وسورتیں: مدینہ منورہ ہجرت سے قبل تقریباً ۱۳ سال تک قرآن کریم کی جو سورتیں نازل ہوئیں اُن کو مکی اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد تقریباً ۱۰ سال تک جو سورتیں نازل ہوئیں اُن کو مدنی کہا جاتا ہے۔

فضائلِ قرآن:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر (جس کو خوب یاد ہو، خوب پڑھتا ہو) مقرب فرشتوں کے ساتھ ہے۔ (بخاری، ابوداود)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو تو کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جو خود اس پر عمل پیرا ہو۔ (رواہ احمد، ابوداود)

فہمِ قرآن:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں تدبر اور غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے، مگر یہ تدبر مفسر اول حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ارشاد فرمایا ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتاری ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل

فرمایا گیا ہے، آپ ﷺ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غوروفکر کریں۔ وَمَآ اَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوا فِيْهِ (سورۃ النحل ۶۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ پر اس لئے اتاری ہے تاکہ آپ ﷺ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیات میں واضح طور پر بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے مفسراول حضور اکرم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ آپ ﷺ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ قرآن کریم کے احکام ومسائل بیان کرنے کی ذمہ داری بحسن خوبی انجام دی۔ صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے ذخیرہ سے قرآن کریم کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر انتہائی قابل اعتماد ذرائع سے امت مسلمہ کو پہونچی ہے، لہذا قرآن فہمی حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

مضامینِ قرآن:

علماء کرام نے قرآن کریم کے مضامین کی مختلف قسمیں ذکر فرمائی ہیں، تفصیلات سے قطع نظر ان مضامین کی بنیادی تقسیم کچھ اس طرح ہے:

۱) عقائد۔

۲) احکام۔

۳) قصص۔

قرآن کریم میں عمومی طور پر صرف اصول ذکر کئے گئے ہیں لہٰذا عقائد واحکام کی تفصیل

احادیث نبویہ میں ہی ملتی ہے، یعنی قرآن کریم کے مضامین کو ہم احادیث نبویہ کے بغیر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

۱) عقائد: عقائد پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے اور ان بنیادی عقائد کو مختلف الفاظ سے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ توحید، رسالت، آخرت وغیرہ کے مضامین اسی کے تحت آتے ہیں۔ ان کے علاوہ فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان، جزا و سزا، جنت و دوزخ، عذاب قبر اور قیامت کی تفصیلات وغیرہ پر بھی قرآن کریم میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲) احکام: اس کے تحت مندرجہ ذیل احکام اور مسائل آتے ہیں:

عبادتی احکام: نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کے احکام و مسائل۔ قرآن کریم میں سب سے زیادہ تاکید نماز پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی کے حکم کے ساتھ ہی عموماً زکاۃ کی ادائیگی کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔

معاشرتی احکام: مثلاً حقوق العباد کی ساری تفصیلات۔

معاشی احکام: خرید و فروخت، حلال و حرام اور مال کمانے و خرچ کرنے کے مسائل۔

اخلاقی و سماجی احکام: انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق احکام و مسائل۔

سیاسی احکام: حکومت اور رعایا کے حقوق سے متعلق احکام و مسائل۔

عدالتی احکام: حدود و تعزیرات کے احکام و مسائل۔

۳) قصص: گزشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات کی تفصیلات۔

قرآن کریم اور ہم: یہ کتاب مقدس حضور پاک ﷺ کے زمانہ سے لے کر رہتی دنیا تک مشعل راہ بنی رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنا جامع اور مانع بنایا ہے کہ ایمانیات، عبادات، معاملات، سماجیات، معاشیات و اقتصادیات کے اصول قرآن کریم میں مذکور ہیں، ہاں ان کی تفصیلات احادیث نبویہ میں موجود ہیں۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا تعلق اس کتاب سے روز بروز منقطع ہوتا جارہا ہے۔ یہ کتاب ہماری مسجدوں اور گھروں میں جزدانوں میں قید ہوکر رہ گئی ہے، نہ تلاوت ہے نہ تدبر ہے اور نہ ہی اس کے احکام پر عمل، آج کا مسلمان دنیا کی دوڑ میں اس طرح گم ہوگیا ہے کہ قرآن کریم کے احکام ومسائل کو سمجھنا تو درکنار اس کی تلاوت کے لئے بھی وقت نہیں ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے مسلمانوں کے حال پر روناروتے ہوئے اسلاف سے اس وقت کے مسلمان کا مقارنہ ان الفاظ میں کیا تھا:

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر ۔۔۔ اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

آج ہم اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے بارے میں سوچتے ہیں، انہیں عصری علوم کی تعلیم دینے پر اپنی تمام محنت وتوجہ صرف کرتے ہیں اور ہماری نظر صرف اور صرف اس عارضی دنیا اور اس کی آرام وآسائش پر ہوتی ہے اور آخرت کے لئے کوئی خاص جدوجہد نہیں کرتے، الا ماشاءاللہ۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا اور اپنے بچوں کا تعلق وشغف قرآن وحدیث سے جوڑیں، اس کی تلاوت کا اہتمام کریں، علماء کی سرپرستی میں قرآن وحدیث کے احکام سمجھ کر ان پر عمل کریں اور اس بات کی کوشش وفکر کریں کہ ہمارے ساتھ، ہمارے بچے، گھر والے، پڑوسی، دوست واحباب و متعلقین بھی حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے طریقہ پر زندگی گزارنے والے بن

جائیں۔

آج عصری تعلیم کو اس قدر فوقیت و اہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن کریم ناظرہ کی بھی تعلیم نہیں دی جارہی ہے کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحانات کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے لئے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام کو سیکھنے میں ہمیں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ غور فرمائیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے ہماری رہنمائی کے لئے نازل فرمایا ہے اور اس کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ نے بڑا اجر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے والا اور قرآن وحدیث کے احکام پر عمل کرنے والا بنائے، آمین۔

سورة العلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اقْـرَأْ بِـاسْـمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ **(1)** خَـلَـقَ الْـإِنسَانَ مِنْ
عَلَقٍ **(2)** اقْـرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ **(3)** الَّـذِىْ عَـلَّـمَ بِالْقَلَمِ
(4) عَـلَّـمَ الْـإِنسَـانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ **(5)** كَلَّا إِنَّ الْـإِنسَانَ
لَيَـطْـغٰـىٓ **(6)** أَن رَّآهُ اسْتَـغْـنٰـى **(7)** إِنَّ إِلٰـى رَبِّكَ
الـرُّجْـعٰى **(8)** أَرَأَيْـتَ الَّـذِىْ يَـنْهٰـى **(9)** عَبْـداً إِذَا
صَلّٰى **(10)** أَرَأَيْـتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ **(11)** أَوْ أَمَرَ
بِالتَّقْوٰى **(12)** أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلّٰى **(13)** أَلَمْ يَعْلَمْ
بِـأَنَّ الـلّٰـهَ يَرٰى **(14)** كَلَّا لَـئِن لَّـمْ يَـنْتَـهِ لَـنَسْفَعـاً
بِـالـنَّاصِيَةِ **(15)** نَـاصِيَةٍ كَـاذِبَةٍ خَـاطِئَةٍ **(16)** فَـلْيَدْعُ
نَادِيَه **(17)** سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ **(18)** كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ
وَاقْتَرِبْ **(19)**

سورۃ العلق کی مختصر تفسیر

سورۃ العلق کا ترجمہ: پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو اُن باتوں کی تعلیم دی جو وہ جانتا بھی نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تمہیں اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ بھلا تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ بھلا بتاؤ کہ اگر وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر ہو، یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو، (تو کیا اُسے روکنا گمراہی نہیں؟)، بھلا بتاؤ کہ اگر وہ (روکنے والا) حق کو جھٹلاتا ہو، اور منہ موڑتا ہو۔ کیا اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ خبردار! اگر وہ باز نہ آیا، تو ہم (اُسے) پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، اُس پیشانی کے بال جو جھوٹی ہے، گنہگار ہے۔ اب وہ بُلا لے اپنی مجلس والوں کو! ہم دوزخ کے فرشتوں کو بُلا لیں گے۔ ہرگز نہیں! اُس کی بات نہ مانو، اور سجدہ کرو اور قریب آجاؤ۔

وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ سب سے پہلی وحی میں اس سورت کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں اور یہ حضور اکرم ﷺ پر ماہ رمضان میں غار حراء کے اندر اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال کی تھی۔ چھٹی آیت سے سورت کے آخر تک جو آیات ہیں وہ غار حراء کے واقعہ کے کافی بعد نازل ہوئی تھیں۔ اور اُن کا واقعہ یہ ہے کہ ابوجہل حضور اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے تو اُس نے آپ کو نماز پڑھنے سے منع کیا، اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے نماز پڑھی تو میں (معاذ

اللہ) آپ کی گردن کو پاؤں سے کچل دوں گا۔اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں، جن میں اُس کو بہت سخت لہجہ میں جواب دیا گیا کہ وہ اپنی حرکت سے باز آجائے ورنہ اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر گھسیٹ دیا جائے گا۔

کتب حدیث میں وارد احادیث کی روشنی میں جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلی وحی سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات (یعنی اِقْرَاْ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ تک) نازل ہوئی تھیں۔اس کے بعد تقریباً ڈھائی سال تک وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔ وحی کی تاخیر اور توقف کی وجہ سے آپ ﷺ کو کافی زحمت ہوئی تھی۔ پھر اُس کے بعد سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات نازل ہوئی تھیں۔کوئی مکمل ایک سورت جو سب سے پہلے نازل ہوئی ہے وہ سورۃ الفاتحہ ہے۔اس وجہ سے سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات یا سورۃ الفاتحہ کو بعض علماء نے پہلی وحی کہہ دیا ہے، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات ہی سب سے پہلی وحی ہے۔ کتب حدیث میں پہلی وحی کے نازل ہونے کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے، جس کے ذریعہ آپ ﷺ کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا گیا۔سب سے پہلے آپ ﷺ کو سچے خواب نظر آنے لگے تھے، یعنی جیسا آپ خواب میں دیکھتے ویسا ہی واقعہ پیش آتا تھا۔اُس کے بعد نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ کے مشہور پہاڑ جبل النور کی اونچائی پر واقع غارِ حراء میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔آپ ﷺ چند ایام کا کھانا ساتھ لے جاتے اور غار حرا میں تنہا اللہ کی عبادت کیا کرتے۔توشہ ختم ہونے پر آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور مزید کچھ دنوں کے لیے کھانا ساتھ لے جاتے۔ایک دن آپ ﷺ غار حرا میں اللہ کی عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور

آپ سے کہا اِقْرَاْ یعنی پڑھیئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِی یعنی میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو آغوش میں لے کر دبایا، اس کے بعد چھوڑ دیا۔ پھر وہی بات کہی: اِقْــرَاْ۔حضور اکرم ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔حضرت جبرئیل نے دوبارہ آغوش میں لے کر آپ ﷺ کو دبایا، پھر چھوڑ دیا اور پھر کہا: اِقْرَاْ۔حضور اکرم ﷺ نے پھر وہی جواب دیا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔تیسری مرتبہ پھر آپ ﷺ کو آغوش میں دبایا اور چھوڑ کر سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات پڑھیں۔اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور آپ ﷺ اس حال میں گھر تشریف لائے کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر فرمایا: مجھے ڈھانپو، مجھے ڈھانپو۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ پر کپڑے ڈالے۔آپ ﷺ کے اوپر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی وحی کی وجہ سے جو کیفیت پیدا ہوگئی تھی، جب ختم ہوگئی تو آپ ﷺ نے پورا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔حضرت خدیجہؓ (جو پڑھی لکھی اور آپ ﷺ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں) نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور پھر وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں، جو بُت پرستی سے تائب ہو کر عیسائی ہو گئے تھے کیونکہ اُس وقت وہی دینِ حق تھا۔اُس وقت کے بڑے مذہبی رہنما ورقہ ابن نوفل نے جب پورا واقعہ سنا تو کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔اور کہا کہ کاش میں آپ کی نبوت کے زمانے میں قوی ہوتا اور کاش کہ میں اُس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔حضور اکرم ﷺ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔ورقہ ابن نوفل نے کہا کہ بلاشبہ نکالے گی کیونکہ جب بھی کوئی آدمی دینِ حق کو لے کر آیا ہے جیسا آپ لائے ہیں تو اس کی

قوم نے اس کو ستایا ہے، اور اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ ورقہ ابن نوفل اس واقعہ کے چند روز بعد ہی انتقال کر گئے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ: اُس رب کے نام سے پڑھئے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پہلی وحی کی ابتدا ''اِقْــــرَأ'' کے لفظ سے فرما کر قیامت تک آنے والے انسانوں کو زیورِ علم سے آراستہ ہونے کا پیغام دیا اور ''بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ'' اور اس کے بعد کی آیات سے اُس علم کے متعلق وضاحت بھی فرمادی کہ اصل علم وہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے حقیقی خالق و مالک کو پہچانے جس نے ایک ناپاک قطرہ سے انسان کو ایک خوبصورت شکل میں پیدا فرمایا۔ غرض یہ کہ پہلی وحی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ تعلیم دی کہ علم کا سب سے پہلا اور بنیادی مقصد مولائے حقیقی کو مان کر رب چاہی زندگی گزارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس جگہ بھی قرآن میں علم کا ذکر کیا ہے وہاں پر اپنی ذات یا نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً ''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْن'' (سورۃ القلم) میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر لکھنے پڑھنے کی خاص اہمیت کو رہتی دنیا تک واضح کر دیا۔ ''وَالْقَلَمِ'' میں قلم سے مراد تقدیر کا قلم ہے اور ''وَمَا یَسْطُرُوْن'' سے وہ فیصلے مراد ہیں جو فرشتے لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اصل علم وہ ہے جو تقدیر پر ایمان کی تعلیم دیتا ہو اور ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث اور ان دونوں سے ماخوذ علوم میں ہی تقدیر پر ایمان لانے کی تعلیمات ملتی ہیں۔ سورۃ الزمر آیت نمبر (۹) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ'' کیا اہل علم اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ مذکورہ آیت کے ابتدائی حصہ اور اس سے قبل آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا کافر شخص اس مؤمن کے برابر ہو سکتا ہے جو رات کی گھڑیوں میں عبادت

کرتا ہے اور آخرت کی زندگی کو سامنے رکھ کر یہ دنیاوی وفانی زندگی گزارتا ہے۔اس کے بعد آنے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّکُمْ'' آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرو۔معلوم ہوا کہ جاننے والے کی نہ جاننے والے پر فضیلت اس وقت ہوگی جب کہ جاننے والا اللہ کو مان کر زندگی گزارنے والا بنے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ '' (سورۃ المجادلۃ ۱۱) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجوں کو بلند کرے گا۔معلوم ہوا کہ علم اسی صورت میں باعثِ عزت ورفعت ہے جب کہ جاننے والا ایمان کی عظیم دولت سے مالا مال ہو۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:''وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ یُقْضٰی إِلَیْکَ وَحْیُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْماً'' (سورۃ طٰہٰ ۱۱۴) اے پیغمبر! جب قرآن وحی کے ذریعہ نازل ہو رہا ہو تو اس کے مکمل ہونے سے پہلے جلدی نہ کیا کرو اور یہ دعا کرتے رہا کرو کہ''اے میرے پروردگار! میرے علم میں ترقی عطا فرما''۔اس آیت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور انسان کو ہر وقت علم میں ترقی کی کوشش اور دعا کرتے رہنا چاہئے خواہ وہ علم کی بلندیوں پر پہنچ جائے، وہیں یہ رہنمائی بھی ملی کہ قرآن وحدیث اور ان دونوں سے ماخوذ علم ہی اصل علم ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کو ذکر کرنے کے بعد انسان کی تخلیق کو مستقل طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور وہ پوری کائنات کا خلاصہ بھی ہے۔اسی لیے تمام انبیاء کرام انسان ہی ہوتے ہیں، اور بظاہر پوری کائنات اللہ

کے حکم سے انسانوں کے ہی تابع ہے۔انسان کی تخلیق مختلف دَور سے گزرتی ہے،اس کی ابتدا مٹی سے ہوئی، پھرانسان کے نطفہ یعنی ناپاک قطرہ سے پیدا ہوتا ہے جو بعد میں عَلَقَہ یعنی منجمد خون بن جاتا ہے، پھر گوشت اور ہڈیاں وغیرہ پیدا کی جاتی ہیں۔علقہ یعنی منجمد خون انسان کی پیدائش کی ایک درمیانی حالت ہے جو یہاں ذکر کی گئی ہے۔انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کے متعلق اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو (ذرا سوچو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر ایک گوشت کے لوتھڑے سے جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے اور (کبھی) پورا نہیں بنتا، تا کہ ہم تمہارے لیے (تمہاری) حقیقت کھول کر بتا دیں، اور ہم (تمہیں) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں، ایک متعین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں ایک بچے کی شکل میں باہر لاتے ہیں، پھر (تمہیں پالتے ہیں) تا کہ تم اپنی بھرپور عمر تک پہنچ جاؤ، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو (پہلے ہی) دنیا سے اٹھا لیے جاتے ہیں، اور تم ہی میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو انتہائی بڑھاپے تک لوٹا دیا جاتا ہے۔(سورۃ الحج ۵)

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ: تخلیق انسان کے فوراً بعد تعلیم کا ذکر کیا گیا کیونکہ تعلیم ہی کے ذریعہ انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔تعلیم کے دونوں اہم ذرائع (زبانی تعلیم اور قلمی تعلیم) کو اس آیت میں ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ تعلیم کے لیے تمام جائز طریقوں کو استعمال کرنا چاہئے۔**عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ:** انسان جب اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں جانتا، پھر وہ اللہ کی مخلوقات سے فائدہ اٹھا کر ہی علم حاصل کرتا ہے۔یعنی علم اُس کا اپنا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ

ہے۔ **كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى، اَن رَّآهُ اسْتَغْنَى:** یہ آیت اگر چہ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی، لیکن اس سرکش کا نام ذکر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کی ایک کمزوری کو بیان کیا ہے کہ جب تک وہ دوسروں کا محتاج رہتا ہے تو سیدھا چلتا ہے اور جب اُس کو کچھ دولت یا منصب مل جاتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے، لوگوں پر ظلم کرنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے۔ **اِنَّ اِلَى رَبِّكَ الرُّجْعٰى:** یعنی انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ آخرکار اُس کو اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ تو وہ پھر کیوں اپنی اکڑ دکھاتا ہے۔ **اَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى:** جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے نماز پڑھنا شروع کیا تو ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ آئندہ نماز پڑھیں گے اور سجدہ کریں گے تو معاذ اللہ آپ کی گردن کو پاؤں سے کچل دے گا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ اگر وہ اپنی اِس ناپاک حرکت سے باز نہ آتا تو فرشتے اُس کے چیتھڑے اڑا دیتے۔ ابتدائی وحی یعنی پانچ آیات کے بعد ہی اس واقعہ کو ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے سب کو یہ تعلیم دی کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد سب سے اہم اور پہلا فریضہ نماز ہے۔ نیز احادیث میں آتا ہے کہ کل قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ چنانچہ **وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ** کہہ کر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اعلان کردیا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی نماز کا اہتمام کرنے والا بنائے۔ آمین۔

سورة القدر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

إِنَّـآ أَنـزَلۡـنَـاهُ فِـىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ **(1)** وَمَـآ أَدۡرَاكَ مَـا لَيۡلَةُ
الۡقَدۡرِ **(2)** لَيۡـلَةُ الۡـقَـدۡرِ خَيۡـرٌ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٍ **(3)** تَـنَزَّلُ
الۡـمَلَآئِـكَةُ وَالـرُّوۡحُ فِيۡهَـا بِـإِذۡنِ رَبِّهِـم مِّن كُلِّ أَمۡرٍ **(4)**
سَلَامٌ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ **(5)**

قرآن کریم کا شبِ قدر میں نزول

سورۃ القدر کا ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے، (یعنی قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے) آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے، (یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے، کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، (یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر کی عبادت کا ہے، اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔) اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اترتے ہیں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر و برکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

رمضان کی راتوں میں ایک رات شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر و برکت والی رات ہے اور جس میں عبادت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ ماہ ہوتے ہیں۔ گویا اِس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ہزار مہینوں سے کتنا زیادہ ہے؟ یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اِس آخری عشرہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ پانچوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اپنے اور امت مسلمہ کے لئے دعائیں کریں، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔

سورۃ العلق کی ابتدائی چند آیات (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ....) سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس سورت (سورۃ القدر) میں بیان کیا گیا کہ یہ قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اترا ہے، جیسا کہ سورۃ الدخان کی آیت نمبر ۳ (اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَکَةٍ ہم نے ایک مبارک رات میں قرآن کریم کو اتارا ہے) اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۵ (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فیه القرآن. رمضان کے مہینہ میں قرآن کریم نازل ہوا ہے) میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں جیسا کہ سورۃ الدخان آیت نمبر ۴ میں ہے: فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف رکھنے والی رات ہے۔ اس رات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا مطلب لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترنا ہے یا اس رات میں پورا قرآن کریم حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کیا جانا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا اس رات میں ہوئی اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کے عرصہ میں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ شب قدر کی فضیلت و اہمیت کے متعلق متعدد احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں، یہاں اختصار کی وجہ سے چند احادیث ذکر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے والا بنائے، آمین۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقت میں ہی محروم ہے۔ (ابن ماجہ) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (بخاری) (مذکورہ حدیث کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں راتوں میں کرنی چاہئے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑھو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس مجھے بھی معاف فرمادے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

شب قدر کی دو اهم علامتیں: شب قدر کی دو اہم علامتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ رات نہ بہت زیادہ گرم اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ شب قدر کے بعد صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں یعنی کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔ **نوٹ:** اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی اُس جگہ اُسی رات میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی، ان شاء اللہ۔

سورة البينه

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

لَـمۡ يَـكُـنِ الَّـذِيۡـنَ كَـفَـرُوۡا مِـنۡ أَهۡـلِ الۡكِتَابِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ
مُنفَكِّيۡنَ حَتّی تَأۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ (1) رَسُـوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتۡلُوۡ صُحُفاً
مُّـطَهَّرَةً (2) فِيۡهَـا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (3) وَمَـا تَـفَرَّقَ الَّذِيۡنَ أُوتُوا
الۡـكِتَـابَ إِلَّا مِـن بَعۡدِ مَا جَآءَ تۡهُمُ الۡبَيِّنَةُ (4)وَمَآ أُمِرُوۡٓا إِلَّا
لِيَـعۡبُـدُوۡا الـلّٰـهَ مُـخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيۡمُوۡا الصَّلٰوةَ
وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ (5)إِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ
أَهۡـلِ الۡـكِتَـابِ وَالۡـمُشۡـرِكِيۡـنَ فِیۡ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيۡنَ فِيۡهَا
أُولٰـئِكَ هُـمۡ شَـرُّ الۡبَـرِيَّةِ (6) إِنَّ الَّـذِيۡـنَ آمَـنُـوۡا وَعَـمِـلُـوا
الـصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ (7) جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ
جَـنَّـاتُ عَـدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِن تَحۡتِهَا الۡأَنۡهَارُ خَالِدِيۡنَ فِيۡهَآ أَبَداً
رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهُ (8)

سورۃ البینہ کی مختصر تفسیر

سورۃ البینہ کا ترجمہ: اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے، وہ اُس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ اُن کے پاس روشن دلیل نہ آتی۔ یعنی اللہ کا ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں سیدھی سچی تحریریں لکھی ہوں۔ اور جو اہل کتاب تھے، اُنہوں نے جدا راستہ اُس وقت اختیار کیا جب ان کے پاس روشن دلیل آ چکی تھی۔ اور انہیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہو کر صرف اُسی کے لیے خالص رکھیں، نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور یہی سیدھی سچی امت کا دین ہے۔ یقین جانو کہ اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، وہ بیشک ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ اُن کے پروردگار کے پاس اُن کا انعام وہ سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش ہوگا، اور وہ اُس سے خوش ہوں گے۔ یہ سب کچھ اُس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھتا ہو۔

اہل کتاب اور مشرکین مکّہ کون؟

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں دو بڑی جماعتیں تھیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں بار بار کیا گیا ہے۔ مشرکین مکہ اور اہل کتاب۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات تسلیم کرنے کے باوجود اللہ کے ساتھ دوسری ذاتوں کو شریک مانتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے معبودوں کے نام پر تقریباً ۳۶۰ بت بنا کر بیت اللہ میں رکھ دئے تھے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ

بیت اللہ کا احترام کرتے تھے، اس کو اللہ کا گھر تسلیم کرتے تھے، اس کا طواف کرتے تھے، اپنے طریقہ کے مطابق حج کی ادائیگی کرتے تھے اور مکہ مکرمہ کے زائرین کی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔ مشرکین مکہ حضور اکرم ﷺ کو نبی بنائے جانے تک آپ ﷺ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے، لیکن ۴۰ سال کی عمر میں جب حضرت محمد ﷺ کو نبی بنایا گیا اور آپ ﷺ نے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنے اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی تو اُن کی بڑی تعداد آپ ﷺ کی مخالف ہوگئی حتی کہ آپ ﷺ کے حقیقی چچاؤں میں سے صرف دو ہی اسلام لا سکے۔ آپ ﷺ اور صحابۂ کرام ان ہی مشرکین مکہ کے ظلم وستم کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے۔ مزید ۸ سال تک مشرکین مکہ اپنے طریقہ کے مطابق بیت اللہ کا طواف کرتے رہے، حج کی ادائیگی کرتے رہے اور بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ ۸ ہجری میں جب کسی خون خرابے کے بغیر مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک وصاف کیا۔ ۸ ہجری تک مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اسلام لا چکے تھے اور اچھی خاصی تعداد فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے اچھے سلوک کو دیکھ کر ایمان لے آئی۔ اس طرح مکہ مکرمہ توحید کا گہوارہ بن گیا۔ ۹ ہجری میں جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو اُس سال آپ ﷺ حج کے لیے تشریف نہیں لے گئے، البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں مسلمانوں نے فریضہ حج کی ادائیگی کی۔ ۱۰ ہجری میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام کے ہمراہ آپ ﷺ نے حج کی ادائیگی فرمائی، جس کو حجۃ الوداع کے نام سے جانا جاتا ہے کیونکہ اِس حج کی ادائیگی کے تین ماہ بعد آپ ﷺ انتقال فرما گئے۔

قرآن کریم میں اہل کتاب کا ذکر کثرت سے وارد ہوا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور

حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے دیگر انبیاء کرام کو بھی نبی تسلیم کرنا ضروری ہے، یعنی یہ سب برگزیدہ رسول ہیں، لیکن اُن کی شریعت حضور اکرم ﷺ کے نبی بنائے جانے کے بعد منسوخ ہوچکی ہے، یعنی اب قیامت تک شریعت محمدیہ پر عمل کیے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اہل کتاب میں سے یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے تمام انبیاء کرام (مثلاً حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت دانیال، حضرت عزیر، حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام) کو مانتے ہیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ ابھی تک ''توریت'' کو ہی اپنی مذہبی کتاب تسلیم کرتے ہیں، جو کئی ہزار سال قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، البتہ وہ ابھی تک آخری پیغمبر کے انتظار میں ہیں۔ دنیا میں اِن کی صرف ڈیڑھ کروڑ کی آبادی ہے، جو عام طور پر اسرائیل اور امریکہ میں رہتی ہے۔ اِس وقت یہودی دنیا کی اقتصادیات پر کافی حاوی ہیں۔ اہل کتاب میں نصاریٰ بھی ہیں جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام کو مانتے ہیں، لیکن حضور اکرم ﷺ کو نبی ورسول ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تقریباً دو ہزار سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی کتاب ''انجیل'' کو ہی آج تک اپنی مذہبی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں آسمانی کتابوں کے متعدد نسخے اس وقت دنیا میں موجود ہیں، لیکن اِن نسخوں میں شدید اختلاف ہے حتی کہ اِن دونوں کتابوں کی کوئی ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں ہے جس کے متعلق نسخوں میں اختلاف نہ ہو۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں اصل شکل میں اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہود ونصاری کے مختلف قبائل نے اپنے طور پر مختلف تبدیلیاں کررکھی ہیں۔ اہل مغرب توریت

اورانجیل کی تدوین اوراس کے نسخوں میں پائے جانے والے شدید اختلافات پر چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، لیکن قرآن وحدیث پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث کی حفاظت کے لیے جو انتظامات کیے گئے ہیں اُن کا توریت اور انجیل کی حفاظت کے لیے کئے گئے انتظامات سے کوئی مقارنہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر بھی مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ توریت اور انجیل آسمانی کتابیں ہیں، حالانکہ وہ اس وقت دنیا میں تحریف شدہ شکل میں ہی موجود ہیں، جبکہ قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ رکھی ہے، اس لیے قیامت تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ قرآن کریم ہی دنیا میں ایسی کتاب ہے جس کو زبانی یاد کرنے والے لاکھوں حضرات دنیا میں ہر جگہ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب بھی قرآن کریم ہی ہے۔

دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ عیسائی مذہب کو ماننے والے ہیں، جن کی تعداد ۲ ارب سے زیادہ ہے، دوسرے نمبر پر مسلمان ہیں جن کی تعداد ۲ ارب سے کچھ کم ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق پچاس سال بعد مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوجائے گی۔ غرضیکہ آج بھی دنیا کی اکثر آبادی کا یہ ایمان ہے کہ دنیا میں انبیاء کرام لوگوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیے جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے زندگی گزارنے کا طریقہ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کرام کو پہنچتا ہے اور انبیاء کرام اپنے قول وعمل سے انسانوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ دنیا ایک دن ختم ہوجائے گی اور کل قیامت میں ہر انسان کو اپنے کیے ہوئے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کے تابع ساری کائنات کر دی ہے، تو اس کی تخلیق کا کوئی اہم مقصد ضرور ہونا

چاہیئے، ورنہ جانور اور انسان میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔
سورۃ البینہ کو ترتیب کے اعتبار سے سورۃ العلق اور سورۃ القدر کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ العلق سے وحی کے نزول کی ابتدا ہوئی، سورۃ القدر میں قرآن کریم کے نازل ہونے کے وقت کو ذکر کیا گیا اور سورۃ البینہ میں بیان کیا گیا کہ یہ قرآن کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے جس کا انسانی کلام سے کوئی مقارنہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کی ایک سورت یا اس کی ایک آیت کے مثل بھی ساری عرب قوم مل کر بھی آج تک ایک آیت پیش نہیں کر سکی، اس کا ایک ایسے شخص پر نازل ہونا جس نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو خود اُس کے پیغمبر ہونے کی واضح دلیل ہے۔
توریت اور انجیل میں بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے رسول و نبی ہونے کا تذکرہ موجود ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہوئے۔ سوائے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے، کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوئے۔ یہود و نصاریٰ کو یہی بات تسلیم نہیں تھی کہ آخری نبی حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے پیدا نہیں ہوئے، چنانچہ انہوں نے صرف اسی ضد کی وجہ سے آپ ﷺ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا۔ اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین اُس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ اُن کے پاس روشن دلیل نہ آتی۔ یعنی اللہ کا ایک رسول جو اللہ کی کتاب کو پڑھ کر سنائے۔ لیکن اہل کتاب اور مشرکین نے ان کے پاس روشن دلیل یعنی قرآن کریم آنے کے باوجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی و رسول

ماننے سے انکار کردیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں بعض بنیادی احکام وہی ہیں جو پہلی کتابوں میں موجود تھے۔مثلاً خالص اللہ کی عبادت کی جائے،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے ،نماز کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے۔لیکن اہل کتاب نے صرف حسد کی بنیاد پر حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کردیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیگر امتوں کو بھی دیا گیا تھا۔نیز قرآن کریم میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم بار بار آیا ہے۔علماء کرام نے فرمایا ہے کہ نماز تمام بدنی عبادتوں میں اور زکوٰۃ تمام مالی عبادتوں میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔سارے نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا کافی حصہ نماز کی ادائیگی میں گزرا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃ المزمل) میں ذکر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ حصہ عبادت کیا کرتے تھے۔نماز تہجد میں لمبے قیام، لمبے رکوع اور لمبے سجدے کی وجہ سے آپ ﷺ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا۔اس کے علاوہ آپ ﷺ پانچوں نمازوں کے اہتمام کے ساتھ نماز وتر، سنن، نوافل، نماز اشراق، نماز چاشت، نماز اوّابین، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو اور دیگر نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے۔آپ ﷺ پوری زندگی کبھی بھی صاحب نصاب نہیں ہوئے جس کی وجہ سے آپ ﷺ پر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہوئی لیکن آپ ﷺ کے پاس جو بھی مال یا سامان آتا جب تک آپ اسے صدقہ نہ کردیتے آپ ﷺ کو نیند نہیں آتی تھی۔

چھٹی اور ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد کامیابی اور ناکامی کا معیار ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی ذات کو تسلیم نہ کرنے والے یا اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کرنے

والے ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے جہاں سخت عذاب ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندے ہیں جو پوری کائنات میں سب سے زیادہ برے ہیں۔اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاکر نیک عمل کرنے والے ہمیشہ کی آرام گاہ یعنی جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آرام وآرائش کی ایسی ایسی چیزیں مہیّا کررکھی ہیں کہ ہماری عقلیں اُن کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتیں۔نیک لوگ ہی سب سے زیادہ اچھی مخلوق ہیں۔

آخری آیت میں اہل جنت کی سب سے بڑی نعمت کا ذکر ہے۔اور وہ اللہ کی رضامندی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے خطاب فرمائیں گے: اے جنت کے لوگو! جس پر جنتی لوگ جواب دیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور اطاعت حکم کے لیے تیار ہیں اور ہر بھلائی آپ ہی کے اختیار میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: تم سب راضی اور خوش ہو۔جنتی جواب دیں گے: اے ہمارے پروردگار! اب بھی راضی نہ ہونے کا کیا احتمال ہے جب کہ آپ نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرمادیا جو کسی مخلوق کو نہیں ملا۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا میں تم کو اس سے بھی افضل اور بہتر نعمت دے دوں؟ پھر فرمائیں گے کہ میں نے اپنی رضا تمہارے اوپر نازل کردی، اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔(بخاری۔باب صفۃ الجنۃ والنار) اس آیت میں یہ بھی ذکر کردیا گیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے راضی ہوگا، اسی طرح تمام جنتی بھی اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہوں گے۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّه سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا فارمولا ذکر فرمادیا، اور وہ اللہ کا خوف ہے، یعنی زندگی میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہنا چاہئے۔

سورة الزلزال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

إِذَا زُلۡـزِلَـتِ الۡأَرۡضُ زِلۡـزَالَهَـا **(1)** وَأَخۡـرَجَتِ الۡأَرۡضُ
أَثۡقَالَهَا **(2)** وَقَـالَ الۡإِنسَانُ مَا لَهَا **(3)** يَـوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ
أَخۡبَـارَهَا **(4)** بِـأَنَّ رَبَّكَ أَوۡحَى لَهَا **(5)** يَـوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ
النَّاسُ أَشۡتَاتاً لِّيُرَوۡا أَعۡمَالَهُمۡ **(6)** فَمَن يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ
خَيۡراً يَّرَهُ **(7)** وَمَن يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ **(8)**

ایک دن زمین اپنے اندر کے تمام انسانوں اور خزانوں کو باھر نکال دے گی

سورۃ الزلزال کا ترجمہ: جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجوڑ دی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اُس دن زمین اپنی ساری خبریں بتا دے گی، کیونکہ تمہارے پروردگار نے اُسے یہی حکم دیا ہوگا۔ اُس روز لوگ مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے، تا کہ اُن کے اعمال اُنہیں دِکھا دیئے جائیں۔ جس نے ذرّہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرّہ برابر کوئی برائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھ لے گا۔

الفاظ کی تحقیق: ''اِذَا'' کے معنی ہیں ''جب''، لیکن جب اس طرح اِذَا سے کسی چیز کا بیان کیا جاتا ہے تو کسی واقعہ کی یاددہانی کرانا مقصود ہوتا ہے، یعنی اُس وقت کو یاد رکھو۔ اُس دن سے ہوشیار رہو، جب کہ ایسا ایسا ہوگا۔ زُلْـزِلَـتْ: زلزال سے ہے یعنی ہلا دیا جانا۔ اَلارْضُ کے معنی زمین کے ہیں۔ یعنی اُس وقت کو یاد کرو جب زمین ہلا دی جائے گی۔ زِلْـزَالَهَا سے معلوم ہوا کہ یہ عام زلزلہ نہیں بلکہ اپنی نوعیت کا منفرد زلزلہ ہوگا۔ جس کے بعد دنیا کا پورا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد سارے لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد ساری دنیا ختم ہو جائے گی۔ اور دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام مردے زندہ ہو کر زمین سے اٹھیں گے۔ دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت میں دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت آنے والا دردناک

زلزلہ مراد ہے۔

اَثْقَال ثِقْل کی جمع ہے، جس کے معنی بار اور بوجھ کے ہیں۔ اس سے مراد وہ مُردے ہیں جو زمین میں دفن ہیں۔ جن مُردوں کو دفن کرنے کے بجائے جلا دیا جاتا ہے وہ بھی گویا زمین میں ہی دفن کیے جاتے ہیں کیونکہ اُن کی جلی ہوئی راکھ اور ہڈی وغیرہ سب زمین کا ہی حصہ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو سیلاب کا لقمہ بن جاتے ہیں کیونکہ دراصل سمندر بھی زمین کا ہی ایک حصہ ہے۔ ثِقْل سے وہ خزانے بھی مراد ہیں جو زمین میں موجود ہیں۔ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکے کے بعد زمین تمام انسانوں اور خزانوں کو باہر نکال دے گی۔ میزائیل اور نیوکلیئر بموں کے زمانہ میں اس کو سمجھنا بہت آسان ہوگیا ہے کیونکہ دور حاضر میں انسان کی تیار کردہ نئی ٹکنولوجی کے ذریعہ کمرہ میں بیٹھ کر ہزاروں کیلومیٹر کے فاصلہ پر بم گرا کر کسی بھی علاقہ کو آن کی آن میں تہس نہس کیا جاسکتا ہے۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا: اس دردناک صورت حال پر انسان پر جو اثر پڑے گا، اس کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے: انسان بدحواس ہوکر پکار اٹھے گا کہ ارے، اس زمین کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ تو ٹھہرنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔

انسان کے اچھے برے اعمال کو قیامت کے دن کیسے سامنے لایا جائے گا؟

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا، بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحَىٰ لَهَا: اُس دن زمین اپنی ساری خبریں بتادے گی، کیونکہ تمہارے پروردگار نے اُسے یہی حکم دیا ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو زمین وآسمان کا

خالق ہے،اس کے حکم سے تمام انسانوں کے اچھے برے تمام اعمال کوزمین بیان کردے گی۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: جس دن زمین اپنی ساری خبریں بتادے گی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: اللہ اوراس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: زمین کی خبر یہ ہوگی کہ وہ ہر مرد وعورت پر گواہی دے گی کہ اس نے زمین پر کیا کیا عمل کیا ہے؟ اور وہ بتائے گی کہ فلاں شخص نے فلاں وقت میں فلاں فلاں کام کیا ہے۔ (ترمذی) یعنی جس طرح بینک سے پوری تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے کہ اکاؤنٹ میں کتنا پیسہ کہاں کہاں جمع کیا گیا اور کس تاریخ میں کس ATM مشین سے کتنا کتنا پیسہ نکالا گیا۔ آجکل **Whatsapp** کے ذریعہ یہ پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص کہاں کہاں جاتا ہے اوراس نے کونسا لمحہ کہاں گزارا۔ حکومت کی تفتیشی ٹیم کے طلب کرنے پر کسی بھی شخص کی نقل وحرکت کی مکمل اطلاع سوشل میڈیا کے مالکوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اس نے انٹرنیٹ یا **Whatsapp** سے ساری معلومات حذف کردیں، لیکن اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا لکھا ہوا یا بولا ہوا ایک ایک حرف اور کسی بھی شخص کو شیئر کیا ہوا ایک ایک فوٹو انسان کی تیار کردہ نئی ٹکنولوجی میں محفوظ ہے، جو کسی بھی وقت سامنے لایا جاسکتا ہے۔ آج کل **CCTV** کیمرے سے اچھی خاصی معلومات محفوظ ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح زمین اللہ کے حکم سے انسان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحہ کا ریکارڈ سیکنڈوں میں نکال دے گی۔ اورانسان اس کو دیکھ کر ہکّا بکّا رہ جائے گا اور کہے گا کہ آج اس زمین کو کیا ہوگیا ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتاً لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ: اس کے دومعنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر

ایک اکیلا اپنی انفرادی حیثیت میں ہوگا۔اس کی تائید بھی قرآن کریم سے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:اکیلا ہمارے پاس آئے گا۔(سورۃ مریم ۸۰)ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اکیلا حاضر ہوگا۔(سورۃ مریم ۹۵)دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جو ہزار برس کے دوران جگہ جگہ مرے تھے، زمین کے گوشے گوشے سے گروہ در گروہ چلے آرہے ہوں گے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:جس روز صور پھونک دی جائے گی تو تم فوج در فوج آجاؤ گے۔(سورۃ النبا ۱۸)غرضیکہ جس طرح دنیا میں لوگ Power Point Presentation کے ذریعہ اپنی یا اپنی کمپنی یا انجمن کی کارکردگی پیش کرتے ہیں،اسی طرح بلکہ اس سے لاکھوں گنا زیادہ مستند معلومات کے ساتھ ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے تمام اعمال دکھائے جائیں گے۔

فَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهُ، وَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَهُ: یہ آیت پہلی آیت کی تفصیل بیان کررہی ہے کہ جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ بھی اس کے سامنے آئے گی اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اس کے سامنے آئے گی۔یہاں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ہر مؤمن وکافر کی چھوٹی بڑی نیکی یا بدی اس کے سامنے آئے گی تو ضرور لیکن اس قاعدہ کے مطابق آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر ذکر فرمائی ہے، یعنی ایک مؤمن یہ دیکھے گا کہ اس سے نیکیوں کے ساتھ فلاں فلاں غلطیاں بھی صادر ہوئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی فلاں فلاں نیکیوں کو ان کا کفارہ بنادیا ہے۔اسی طرح ایک کافر یہ دیکھے گا کہ اس نے برائیوں کے ساتھ کچھ نیک کام بھی کیے ہیں لیکن اس کے وہ نیک کام اس کے فلاں برے اعمال وعقائد کے سبب سے ختم کردئے گئے یا ان کا دنیا میں ہی

کوئی بدلہ دے دیا گیا تھا، کیونکہ آخرت میں کامیابی کے لیے سب سے بنیادی شرط اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ دنیاوی زندگی کے اچھے و برے اعمال ظاہر ہونے کے بعد ہر شخص اپنا ٹھکانا سمجھ جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ سورۃ القارعۃ میں بیان فرماتا ہے: جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے، یعنی جس نے دنیا میں اچھے اعمال کیے ہوں گے تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا (جنت میں ہوگا) اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے، یعنی جس نے دنیا میں اپنی خواہش کی اتباع کی ہوگی تو اس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے (جس میں اللہ کے نافرمانوں اور گناہگاروں کو ڈالا جائے گا)۔

زلزلے کیوں آتے ہیں؟

زلزلہ اور سونامی آنے کے اسباب پر لوگوں نے بڑی بڑی کتابیں تحریر کر رکھی ہیں کہ آخر زلزلے کیوں آتے ہیں۔ لیکن حقیقی بات یہ ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج سائنس نے بہت ترقی کی ہے، چنانچہ بعض لوگ چاند پر زندگی کے آثار تلاش کرنے میں مصروف ہیں، بعض ممالک بڑے بڑے میزائیل بنا کر ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے انتظامات کر رہے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ پوری دنیا کو ایک گاؤں کے مانند بنانے کی کوشش کی جاری ہے، جس سے ایک علاقہ کی خبر منٹوں میں پوری دنیا میں دیکھی اور پڑھی جاسکے۔ لیکن آج تک زلزلہ کو روکنے یا کم از کم اس کو ٹالنے یا اس کی تباہی کو کم کرنے کا کوئی بھی انتظام پوری دنیا کے سائنس داں مل کر بھی نہیں کر پائے ہیں۔ زلزلہ کو روکنا تو بہت دور کی بات ہے، اُس کے آنے کے وقت کا صحیح اندازہ لگانا بھی اُن کے لیے آج تک ممکن نہیں ہوا۔ سائنس داں دنیا کے

عجیب وغریب نظام کو دیکھ کر یہی کہنے پر مجبور ہیں کہ ابھی تو وہ اس دنیا کا بہت تھوڑا حصہ ہی سمجھ سکے ہیں۔ اب تھوڑا سوچیں کہ دنیا کا اتنا بڑا نظام کسی بڑی طاقت کے بغیر کیسے چل سکتا ہے؟ ہر گز نہیں، ہرگز نہیں۔ اس لیے زلزلوں سے عبرت حاصل کریں اور اس پوری کائنات کے خالق، مالک اور رازق کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کی مخلوقات سے یقیناً استفادہ کریں لیکن اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے کیونکہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ دنیا کے کسی بڑے ملک کے سربراہ ہونے کے باوجود، دنیا میں سب سے زیادہ دولت رکھنے کے باوجود، دنیا کے بڑے سے بڑا سائنس داں بننے کے باوجود اور دنیا میں بہت زیادہ شہرت حاصل کرنے کے باوجود ہم بھی سارے انسانوں کی طرح ایک دن زمین بوس ہوجائیں گے اور لوگ آہستہ آہستہ ہمیں بھول جائیں گے۔ صحیح معنی میں آج سائنس ترقی حاصل کرنے کے باوجود بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ موت کا مزہ نہ چکھنے کی خواہش رکھنے کے باوجود آخر تمام انسان مر ہی کیوں جاتے ہیں اور وہ کیوں پیدا ہوئے ہیں؟

زلزلے کے جو دنیاوی اسباب ذکر کیے جاتے ہیں، اُن کا ہم انکار نہیں کرتے کیونکہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسباب بنایا ہے۔ لیکن ہمارا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ جس طرح پوری کائنات خود بخود قائم نہیں ہوگئی، اسی طرح زلزلے خود بخود نہیں آتے، اصل میں اس کے پیچھے اللہ کا حکم ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اُس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں اللہ اُن میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔ (سورۃ الروم ۴۱) یعنی دنیا میں جو عام مصیبتیں لوگوں پر آئیں،

مثلاً قحط، وبائیں، زلزلے، ظالموں کا تسلط، اُن کا اصل سبب یہ تھا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی، اور اس طرح یہ مصیبتیں اپنے ہاتھوں مول لیں۔ اور اُن کا ایک مقصد یہ تھا کہ اِن مصائب سے دوچار ہو کر لوگوں کے دل کچھ نرم پڑیں اور وہ اپنے برے اعمال سے باز آئیں۔

نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام سے زلزلے آنے کے جو اسباب منقول ہیں اُن میں سے چند حسب ذیل ہیں: لوگوں میں زنا کا عام ہونا۔ سود کا عام ہونا۔ شراب کا کثرت سے پیا جانا، لوگوں کا گانے بجانے کو اپنا مشغلہ بنانا۔ اچھائیوں کا حکم اور برائیوں سے لوگوں کو روکنے کا عمل بند کر دینا۔ لوگوں کا ان برے اعمال کو صرف کرنا ہی نہیں بلکہ انہیں جائز اور وقت کی ضرورت سمجھنے لگنا۔ زلزلے آنے پر ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے گناہوں سے معافی مانگنی چاہئے، کثرت سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور بڑے گناہ خاص کر مذکورہ بالا گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ کسی جگہ زلزلہ آنے سے یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کا عذاب ہے، زلزلے کے متاثرین کی مدد کرنا نہ چھوڑیں بلکہ ان کی مدد کرنا ہماری دینی وانسانی ذمہ داری ہے۔

سورة العٰديٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيُم

وَالْـعَــادِيَـاتِ ضَبْحـاً (1) فَــالْـمُورِيَـاتِ قَدْحـاً (2)

فَـالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً (3) فَـأَثَرْنَ بِه نَقْعاً (4) فَوَسَطْنَ بِه

جَمْعاً (5) إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّه لَكَنُوْدٌ (6) وَإِنَّهٗ عَلَى ذَلِكَ

لَشَهِيْدٌ (7) وَإِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (8) أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا

بُـعْثِرَ مَا فِيْ الْقُبُورِ (9) وَحُـصِّلَ مَا فِيْ الصُّدُوْرِ (10)

إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (11)

انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ھے

سورۃ العٰدیٰت کا ترجمہ: قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں۔ پھر جو (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں اُڑاتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت یلغار کرتے ہیں۔ پھر اُس موقع پر غبار اُڑاتے ہیں۔ پھر اُسی وقت کسی جمگھٹے کے بیچوں بیچ جا گھستے ہیں۔ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور وہ خود اس بات کا گواہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں بہت پکا ہے یعنی وہ دولت کا رسیا ہے۔ بھلا کیا وہ وقت اُسے معلوم نہیں ہے جب قبروں میں جو کچھ ہے اُسے باہر بکھیر دیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ ہے اُسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ یقیناً اُن کا پروردگار اُس دن اُن (کی جو حالت ہوگی اُس) سے پوری طرح باخبر ہے۔

سب سے قبل اس سورت کی تفسیر پیش ہے: اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں انسان کو بتایا ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور عمومی طور پر حیوانات، نباتات اور جمادات سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان ہی کے تصرف میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو زمین میں اپنا خلیفہ متعین فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ آیت ۳۰ میں ذکر فرمایا ہے۔ اس موقع پر خصوصاً جنگی گھوڑوں کی انسانوں کی حفاظت کے لیے قربانیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آقا یعنی انسان کی اطاعت وخدمت کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر ہر وقت اپنے دنیاوی مالک کی حفاظت کے لیے تیار رہتا ہے۔ پانچ آیات میں قسم کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی ناشکری کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے گھوڑوں اور بے شمار دیگر اشیاء جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لیے مہیا کیا ہے، سے سبق حاصل کر کے اپنے حقیقی مالک کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتا؟ انسانوں کا بھی تو خالق، مالک اور رازق وہی ہے۔

گھوڑوں سے عبرت حاصل کر کے انسان اپنے حقیقی مالک کی فرمانبرداری کے لیے اُس کے احکام کے مطابق دنیاوی زندگی کیوں نہیں گزارتا؟ اپنی مرضی سے دنیا کے لیل ونہار کیوں گزارنا چاہتا ہے؟

آٹھویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے بخیل ہونے پر اُس کی ملامت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کو دولت، منصب اور اولاد دی ہے اور یہ ساری کائنات بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آئی ہے، لیکن مال حاصل کرنے کے بعد انسان مال کے متعلق اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کما حقہ ادا نہیں کرتا بلکہ گن گن کر چھپا چھپا کر رکھتا ہے اور لوگوں پر ظلم بھی کرتا ہے۔ حالانکہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ مال ودولت اور ساری جائداد یہیں رہ جائے گی اور خالی ہاتھ دنیا کو چھوڑ کر جانا پڑے گا۔ قدرت کا کیسا عجیب وغریب نظام ہے کہ ہر سو سال کے بعد دنیا کے ظاہری مالک زمین بوس ہو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ زمین کے مختلف حصوں پر قبضہ کر لیتے ہیں حالانکہ انہیں بھی ایک دن خالی ہاتھ اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ مرنے والے کے ورثاء چند دن اپنے قریبی رشتہ داروں کو یاد رکھتے ہیں، پھر وہ بھی اپنی دنیاوی زندگی میں ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ کبھی کبھار صرف اُن کا تذکرہ کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی بھی لمحہ موت کا فرشتہ اُن کی بھی روح قبض کرنے کے لیے آسکتا ہے، یعنی انہیں بھی اس دنیا سے اپنے باپ دادا کی طرح خالی ہاتھ جانا ہے۔

آخری تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ انسان کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ ساری صلاحیتیں صرف اور صرف اس دنیاوی زندگی کو سنوارنے میں لگا دے بلکہ اصل کامیابی وکامرانی یہ ہے کہ انسان آخرت کی زندگی کو سامنے رکھ کر دنیاوی فانی زندگی گزارے۔ اس بات کا کامل یقین رکھ

کر دنیاوی زندگی کے قیمتی اوقات گزارے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ دنیا کے وجود سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا اور ہر شخص کا نامۂ اعمال پیش کیا جائے گا۔ عقلمند شخص وہ ہے جو مرنے سے قبل مرنے کے بعد والی ہمیشہ کی زندگی کے لیے تیاری کر لے۔

اللہ تعالیٰ کا مختلف چیزوں کی قسم کھانا: وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی مخلوقات میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر خاص واقعات اور احکام بیان کرتا ہے تاکہ انسان قسم کے جواب میں آنے والے قصہ یا حکم کو بغور سماعت کرے اور واقعہ سے عبرت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کو خصوصی توجہ واہتمام کے ساتھ بجالائے۔ البتہ کسی انسان کے لیے کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کے مفسر اوّل، جن کے قول وعمل کے بغیر اللہ کے کلام کو سمجھنا بھی ممکن نہیں ہے، (یعنی حضور اکرم ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو شخص قسم کھانا ہی چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ چپ رہے۔ (بخاری ومسلم) نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی، گویا اس نے کفر وشرک کیا۔ (ترمذی، ابوداود)۔ لہٰذا ہمیں حتی الامکان قسم کھانے سے بچنا چاہیے، اگر ہمیں قسم کھانی ہی پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں۔ اگر کسی شخص نے جائز کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالی اور پھر اُس قسم کو پورا نہ کرسکا تو اسے قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ یعنی دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا، یا دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دینا، یا ایک غلام آزاد کرانا۔ اگر ان مذکورہ تین کفاروں میں سے کسی ایک کے ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تو قسم توڑنے والے کو تین دن کے مسلسل روزہ رکھنے ہوں گے۔

الفاظ کی تحقیق: ’’وَ‘‘ قسم کے لیے ہے۔ ’’عَادِیَات‘‘ کے معنی دوڑنے والے کے ہیں، لیکن یہاں یہ جنگی گھوڑے کی صفت کے طور پر آیا ہے کیونکہ اس کے بعد آنے والی چار صفات گھوڑے کے سوا کسی اور چیز کی نہیں ہوتیں۔ ’’ضَبْح‘‘ وہ خاص آواز ہے جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے نتھنوں سے نکلتی ہے، جس کا ترجمہ ہانپنا کیا گیا ہے۔ ’’مُورِیَات‘‘ ایراء سے مشتق ہے جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں جیسے چقماق پتھر رگڑ کر یا دیا سلائی کو رگڑ کر نکالی جاتی ہے۔ ’’قَدْح‘‘ کے معنی ٹھوکر لگانے اور ایک چیز کو دوسری چیز سے ٹکرانے کے ہیں۔ پتھریلی زمین پر جب گھوڑا تیزی سے دوڑے خصوصاً جبکہ اس کے پاؤں میں آہنی نعل بھی ہوں تو ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ ’’مُغِیْرَات‘‘ اغارہ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے کے ہیں۔ صبح کے وقت کی تخصیص عادت کے طور پر ہے کیونکہ عرب لوگ اظہار شجاعت کے لیے رات کے اندھیرے میں چھاپا مارنا معیوب سمجھتے تھے، اس لیے وہ حملہ صبح ہونے کے بعد کیا کرتے تھے۔ ’’اَثَرْنَ‘‘ اثارۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی اڑانے اور ابھارنے کے ہیں، اور ’’نَقْع‘‘ کے معنی گرد و غبار کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ گھوڑے میدان میں اس تیزی سے دوڑتے ہیں کہ اُن کے سُموں سے غبار اڑ کر چھا جاتی ہے۔ ’’فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا‘‘ یہ دشمن کی صفوں میں بے خوف و خطر گھس جاتے ہیں۔ انہیں اپنی جانوں سے زیادہ اپنے مالکوں کا مقصد عزیز ہوتا ہے۔ اس کے لیے وہ ہر خطرے سے بے خوف ہو کر اقدام کرتے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے حال پر رحم فرما کر گھوڑوں کے مختلف اوصاف کی قسم کھا کر ارشاد فرماتا ہے تاکہ گھوڑوں کی طرح بندہ اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کرنے والا بن جائے۔

”اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْد“: یہ وہ اصل بات ہے جس پر شہادت کے لیے گھوڑوں کے چند اوصاف کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ یعنی چند قسمیں کھا کر خالق کائنات نے فرمایا: انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کنود کہا ہے، جس کے معنی نا شکرے کے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ شخص جو مصائب کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے اُس کو کنود کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ جو انسان اپنے گھوڑوں کی یہ ساری جاں نثاریاں دیکھتا ہے اور ان کی قربانیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اسے یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ بھی اپنے رب کا غلام ہے، اس کو بھی کسی نے پیدا کیا ہے، کیونکہ وہ اور پوری کائنات خود بخود کیسے قائم ہو سکتی ہے؟ لہذا اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بھی انہی گھوڑوں کی طرح اپنے حقیقی مولا و آقا کی اطاعت کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ معلوم ہوا کہ انسان ناشکرا ہے کیونکہ گھوڑا جانور ہو کر بھی اپنے مالک کا حق پہچانتا ہے لیکن انسان اشرف المخلوقات ہو کر بھی اپنے حقیقی مولا کا حق نہیں سمجھتا۔ اس جگہ پر گھوڑوں کا ذکر صرف مثال کے طور پر کیا گیا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار مخلوقات انسان کے لیے مسخر کر دی ہیں۔ انسان کی زندگی کا کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں انعامات سے فائدہ نہ اٹھا رہا ہو حتیٰ کہ انسان جو سانس لیتا ہے وہ بھی اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مخلوقات سے استفادہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

”وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَھِیْد“ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ انسان کے ناشکرے ہونے پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، اس کا طرزِ عمل خود گواہی دیتا ہے کہ وہ ناشکرا ہے۔

”وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد“ انسان کے ناشکرے ہونے کے لیے اس کے کردار سے ہی ایک دلیل اللہ تعالیٰ پیش فرما رہا ہے کہ وہ مال کی بے جا محبت کا شکار ہے۔ انسان کو اپنے

گھوڑوں کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ جان کی بازی لگا کر جو کچھ حاصل کرتے ہیں وہ سب مالک کا ہوجاتا ہے۔اپنے لیے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے۔ مالک جو کچھ اُن کے آگے ڈال دیتا ہے اس پر قناعت کر لیتے ہیں۔لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جو مال بھی اللہ کے فضل وکرم سے اسے حاصل ہوتا ہے اُس کو صرف اور صرف اپنا سمجھ کر اپنی خواہشات پر عمل کرنا چاہتا ہے۔اور مال کے متعلق اللہ تعالٰی کے حقوق کو ادا کرنا درکنار، دوسرے انسانوں کے حقوق بھی کھا جاتا ہے۔

''اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْر'' ان آیات سے غافل انسان کو اللہ تعالٰی متنبہ کر رہا ہے کہ کیا وہ اُس دن کو بھول گیا ہے جب مردے قبروں سے زندہ کر کے اٹھا لیے جائیں گے اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں سب کھل کر سامنے آجائیں گی۔ حالانکہ انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالٰی تمام انسانوں کے احوال سے بخوبی واقف ہے۔اس لیے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالٰی کی ناشکری سے باز آئے اور مال کی محبت میں ایسا مغلوب نہ ہوجائے کہ اچھے برے کی تمیز بھی نہ کرے کیونکہ قیامت کے دن ہر شخص سے سوال کیا جائے گا کہ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی وسائل حلال تھے یا حرام، نیز کہاں خرچ کیا؟ یعنی اللہ تعالٰی اور بندوں کے حقوق ادا کیے یا نہیں۔

''اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْر'' کہہ کر اللہ تعالٰی نے یہ اعلان کر دیا کہ ہر انسان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔آج کمپیوٹر کے زمانہ میں اس کو سمجھنا بہت آسان ہوگیا ہے کیونکہ جب انسان کے تیار کردہ پروگراموں کے ذریعہ لوگوں کی ساری نقل وحرکت محفوظ ہوجاتی ہیں تو پھر خالق کائنات کے نظام میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟

سورۃ القارعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الْقَارِعَةُ (1) مَا الْقَارِعَةُ (2) وَمَآ أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ (3)
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (4) وَتَكُونُ
الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ (5) فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ
مَوَازِينُهُ (6) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (7) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ
مَوَازِينُهُ (8) فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (9) وَمَآ أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ (10)
نَارٌ حَامِيَةٌ (11)

ایک صور پوری کائنات کو ختم کردے گا

سورۃ القارعہ کا ترجمہ: یاد کرو وہ واقعہ جو دِل دہلا کر رکھ دے گا۔ کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟ اور تمہیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے۔ جس دن سارے لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے۔ اور پہاڑ دھنکے ہوئے رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے۔ جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے (یعنی جس نے دنیا میں اچھے اعمال کیے ہوں گے) تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا (یعنی جنت میں ہوگا)۔ اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے (یعنی جس نے دنیا میں اپنی خواہش کی اتباع کی ہوگی) تو اس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے (جس میں اللہ کے نافرمانوں اور گناہگاروں کو ڈالا جائے گا)۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ایک روز حضرت اسرافیل علیہ السلام کی صور سے پوری کائنات میں ایسا زلزلہ آئے گا کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے۔ چیخ وپکار اور زلزلہ کی شدت بڑھتی جائے گی، جس سے تمام انسان اور جانور مرنا شروع ہوجائیں گے یہاں تک کہ کائنات میں کوئی بھی زندہ باقی نہ بچے گا، جیسا کہ سورۃ الرحمٰن (۲۶۔۲۷) میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس زمین میں جو کوئی ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ اور صرف تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل وکرم والی ذات باقی رہ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس دن کا بار بار ذکر فرمایا ہے، صرف یوم القیامہ کا لفظ ۷۰ جگہوں پر وارد ہوا ہے۔ دیگر مذہبی کتابوں میں بھی اس دن کا تذکرہ ملتا ہے، حتی کہ عیسائی اور یہودی بھی اِس دن کو برحق مانتے ہیں۔ عقل کا تقاضا

بھی یہی ہے کہ دنیا کے اِس عظیم نظام کا آخرکوئی اہم مقصد ضرور ہونا چاہیئے اور اِس عجیب وغریب نظام کو چلانے والی ایک بہت بڑی ذات ہونی چاہیئے جس کی طاقت کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے، اوراس دنیامیں کیے گئے اچھےاور برے اعمال کی جزایا سزا بھی ملنی چاہیئے۔

قیامت کے دن کی ھولناکی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف انداز سے اس دن کی ہولنا کی کو ذکر کیا ہے۔ چند آیات کا ترجمہ پیش ہے: "جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے۔ اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔۔۔اور جب سمندروں میں طغیانی آجائے گی۔۔۔اور جب آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا۔اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔اور جب جنت قریب کردی جائے گی،تو اُس وقت ہر شخص کو اپنا سارا کیا دھرا معلوم ہوجائے گا۔" (سورۃ التکویر) "جب آسمان چر جائے گا۔اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔اور جب سمندروں کو اُبال دیا جائے گا۔اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی،اُس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا یعنی کیا اعمال کیے۔" (سورۃ الانفطار) "جب آسمان پھٹ جائے گا۔جب زمین کو کھینچ دیا جائے گا (یعنی زمین کو ربر کی طرح کھینچ کر موجودہ سائز سے بہت بڑا کر دیا جائے گا تا کہ اس میں دنیا کے وجود سے لے کر قیامت تک کے سارے لوگ سما سکیں۔) اور اُس کے اندر جو کچھ ہے، وہ اُسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہوجائے گی۔اے انسان! تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مسلسل کسی محنت (اللہ کی اطاعت) میں لگا رہے گا، یہاں تک کہ اُس سے جا ملے گا۔" (سورۃ الانشقاق) "اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ تمہیں ضرور بالضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی

شک نہیں ہے۔ اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ بات کا سچا ہو؟" (سورۃ النساء) "یقین جانو فیصلہ کا دن ایک متعین وقت ہے۔ جس دن جب صور پھونکا جائے گا تو تم سب فوج درفوج چلے آؤ گے۔ اور جب آسمان کھول دیا جائے گا تو اُس کے دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔ اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا تو وہ ریت کے سراب کی شکل اختیار کر لیں گے۔ یقین جانو جہنم گھات لگائے بیٹھی ہے۔ وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ جس میں وہ مدتوں اس طرح تکلیفوں میں رہیں گے کہ وہ اُس میں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کے قابل کوئی چیز اُن کو دی جائے گی، سوائے گرم پانی اور پیپ ولہو کے۔ یہ اُن کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ وہ اپنے اعمال کے حساب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بڑھ چڑھ کر جھٹلایا تھا۔ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ اب مزہ چکھو! اس لیے کہ ہم تمہارے لیے سزا کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کریں گے۔" (سورۃ النبا) "ہم اُنہیں قیامت کے دن منہ کے بل اس طرح اکٹھا کریں گے کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب کبھی اُس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی، ہم اسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ یہ اُن کی سزا ہے کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ کیا جب ہم مرکر ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گے، اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں نئے سرے سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟ بھلا کیا اُنہیں اتنی سی بات نہ سوجھی کہ وہ اللہ جس نے سارے انسانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی پھر سے پیدا کردے؟ اور اُس نے اُن کے لیے ایک ایسی میعاد مقرر کر رکھی ہے جس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔" (سورۃ الاسراء)

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا ہے۔لیکن قیامت کب آئی آئے گی؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اِس کا علم نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا۔ اِس وقت صرف ایک آیت پیش ہے۔ ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔ وہی اُسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا، کوئی اور نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے۔ جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی۔'' (سورۃ الاعراف) قیامت کے وقوع ہونے کی تاریخ ایسا راز ہے جو خالق کائنات نے کسی فرشتے یا نبی کو بھی نہیں بتایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو اُن کو بھی یہی جواب ملا کہ جس سے پوچھا جارہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملاکر ارشاد فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، بس سمجھیں کہ میں بھی قیامت کے ساتھ اس طرح بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم) یعنی حضور اکرم ﷺ و قیامت کے درمیان کا وقت دنیا کے وجود سے لے کر حضور اکرم ﷺ کی بعثت تک گزرے ہوئے زمانہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا صور پھونکنا:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنی پیدائش کے وقت سے لے کر اب تک صور اپنے منہ پر رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ہیں جیسے ہی حکم ہوگا ویسے ہی وہ صور پھونک دیں گے۔ (مسند احمد) نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ

سارے دنوں کا سردار ہے اور جمعہ کے روز ہی قیامت قائم ہوگی۔ (ابن ماجہ) صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلے صور کے بعد اُس وقت میں موجود ساری مخلوق مر جائے گی، اور دوسرے صور کے بعد زندہ ہو جائے گی۔ (سورۃ الزمر ۶۸ و مسلم) دونوں صور پھونکنے کی درمیانی مدت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (مسلم) صور کی شکل کسی جانور کے سینگ کی طرح ہوگی جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (ترمذی) صور کی آواز اس قدر شدید ہوگی کہ جیسے جیسے لوگ اس کی آواز سنتے جائیں گے مرتے جائیں گے۔ (مسلم) دوسرے صور کے بعد لوگ قبروں سے اٹھ کر گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ (سورۃ النبا) لوگ اپنی قبروں سے اس تیزی سے اٹھیں گے جس تیزی سے ٹڈیاں فضا میں بکھرتی ہیں۔ (سورۃ القمر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اکٹھا کیے جائیں گے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا سب مرد و عورتیں ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! وہ دن اتنا سخت ہوگا کہ کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا ہوش بھی نہ ہوگا۔ (مسلم)

دنیا کے وجود سے لے کر قیامت تک سارے انسان میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ (سورۃ الکہف ۴۷) لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ یعنی میدان حشر سرزمین شام میں ہوگا۔ (مسند احمد) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سورج مخلوق سے صرف میل بھر فاصلہ پر آجائے گا اور لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کوئی ٹخنوں تک، تو کوئی گھٹنوں تک پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ لیکن نیک لوگوں کے لیے حشر کا پچاس ہزار سال کا

طویل عرصہ ایک گھڑی کے برابر محسوس ہوگا۔ (طبرانی، صحیح بن حبان) حشر کی گرمی، پسینہ اور طویل مدت سے تنگ آ کر اللہ کے نافرمان لوگ دعا کریں گے کہ یا اللہ! ہمیں حشر سے نجات دے خواہ انہیں جہنم میں ہی ڈال دیا جائے۔ حوض کوثر قیامت کے میدان میں ہوگا۔ حوض کوثر پر نبی اکرم ﷺ کی امت جنت میں داخل ہونے سے قبل پانی پیئے گی۔ نبی اکرم ﷺ اس حوض کے وسط میں تشریف فرما ہوں گے۔ حوض کوثر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ جو اس کا پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔

قیامت کے دن گرمی اپنے شباب پر ہوگی اور ہر آدمی کو بمشکل دو قدم رکھنے کے لیے جگہ ملے گی۔ مگر اس سخت پریشانی کے وقت بھی سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے (رحمت کے) سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، اور اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک انصاف پسند بادشاہ۔ دوسرا وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں لگائی۔ تیسرا اللہ کا وہ نیک بندہ جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو، یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار رہتا ہو۔ چوتھا وہ شخص جو اللہ کے لیے محبت کرتا ہو اور اللہ کے لیے ہی دشمنی کرتا ہو۔ پانچواں شخص وہ ہے جسے خوبصورت اور اچھے خاندان کی لڑکی بدکاری کی دعوت دے تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹا شخص وہ ہے جو چپکے سے لوگوں کی مالی مدد کرے، اور ساتواں خوش نصیب شخص وہ ہے جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا ہو اور اللہ کے خوف سے اس کے آنسو بہہ گئے ہوں۔ (بخاری)

احادیث میں مذکور ہے کہ میدان حشر میں طویل مدت تک بھوکے پیاسے، شدید گرمی اور بدبودار پسینے میں شرابور لوگ تنگ آکر انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حساب کتاب شروع کرنے کی سفارش کریں۔ تمام انبیاء کرام سفارش کرنے سے انکار فرمادیں گے۔ آخر میں سید الانبیاء وافضل البشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے، چنانچہ آپ ﷺ حساب کتاب شروع کرنے کی اللہ تعالیٰ سے سفارش فرمائیں گے۔ اسی کو شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی۔ انسان کے ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء خود انسان کے اعمال کو بیان کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مرتبہ قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ کمپیوٹر کے زمانہ میں اس کو سمجھنا بہت آسان ہے۔ آج انسان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو محفوظ کیا جاسکتا ہے، تو خالق کائنات سارے انسانوں کی زندگی کے احوال کو کیوں محفوظ نہیں کرسکتا؟ چنانچہ پوری زندگی کے حساب وکتاب کے ساتھ ہر شخص سے پانچ خصوصی سوال کیے جائیں گے۔ زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصولِ مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔ علم پر کتنا عمل کیا؟ (ترمذی) اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے بعض بندوں کو بغیر حساب کتاب کے بھی جنت میں داخل فرمائیں گے۔

جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، سو وہ نہایت حسرت سے کہے گا، کاش! مجھ کو میرا نامۂ اعمال ملتا ہی نہیں، اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! میری پہلی موت جو دنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ ہوتا جس پر یہ حساب

وکتاب مرتب ہوا۔افسوس! میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا۔میرا سارا اقتدار (جاہ ومرتبہ) ختم ہوگیا۔ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس شخص کو پکڑو، اور اس کے گلے میں طوق پہنادو، پھر دوزخ میں اس کو داخل کردو، پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جس طرح ایمان لانا ضروری تھا، ایمان نہیں رکھتا تھا۔اور خود تو کسی کو کیا دیتا، دوسروں کو بھی غریب آدمی کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ اس کو کھانے پینے کی کوئی چیز نصیب ہے، بجز اس گندے پانی کے جس میں اہل جہنم کی پیپ اور پس پڑی ہوگی، جس کو گناہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا پیتا ہوگا۔(سورۃ الحاقہ) ہر شخص کو جہنم کے اوپر پل صراط سے گزرنا ہوگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔بعض مؤمن پلک جھپکنے کے بقدر اس سے گزر جائیں گے۔بعض بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔بعض پرندے کی تیزی سے، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی رفتار سے گزریں گے۔بعض خیر وعافیت کے ساتھ پل پار کریں گے، بعض زخمی کیے جائیں گے لیکن پل صراط پار کرلیں گے۔جبکہ بہت سے لوگ ٹھوکریں کھا کر جہنم میں گر جائیں گے۔ بعد میں نبی اکرم ﷺ کی سفارش پر ایمان والے لوگوں کو آہستہ آہستہ جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغیر حساب کتاب کے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔آمین۔

سورة التكاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

أَلْهَـاكُمُ التَّكَاثُرُ(1) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ(2) كَلَّا
سَوْفَ تَعْلَمُونَ (3) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (4) كَلَّا
لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ (5) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (6) ثُمَّ
لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (7) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ
النَّعِيمِ(8)

کیا مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے؟

سورۃ التکاثر کا ترجمہ: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (مال وجاہ) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں چاہیئے، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔ پھر (سن لو کہ:) ہرگز ایسا نہیں چاہیئے، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔ ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ یہ بات جانتے ہوتے (تو ایسا نہ کرتے)۔ یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔ پھر یقین جانو کہ تم اُسے بالکل یقین کے ساتھ دیکھ لوگے۔ پھر تم سے اُس دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ اُن کا کیا حق ادا کیا)۔

سورۃ التکاثر کے اہم مقاصد یہ ہیں کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دنیاوی زندگی اور اس کے وقتی آرام کو اپنا منزل مقصود نہ سمجھے کیونکہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی شروع ہونے والی ہے جہاں کبھی موت واقع نہیں ہوگی، جہاں کی راحت اور سکون کے بعد کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب دنیا کا سارا نظام ہی درہم برہم ہوجائے گا، آسمان پھٹ جائے گا، سورج لپیٹ دیا جائے گا، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دنیا میں آنے والے تمام جن وانس کو اللہ کے دربار میں ایسی حالت میں حاضر کیا جائے گا کہ ہر نفس کو صرف اور صرف اپنی ذات کی فکر ہوگی کہ اس کا نامۂ اعمال کس ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کے بعد انہیں دنیاوی زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا دی جائے گی۔ اس دن کو یوم القیامۃ کہا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس دن کی سختی اور ہولناکی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ قیامت کا

دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔قرآن کریم میں تقریباً ۷۰ جگہوں پر یوم القیامہ کا لفظ وارد ہوا ہے اور الیوم الآخر ، ودار الآخرۃ جیسے الفاظ کا ذکر قرآن کریم میں بیسیوں مرتبہ ہوا ہے۔نہ صرف مسلمانوں بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ایک دن دنیا اور دنیا کی ساری نقل وحرکت ختم ہوجائے گی اور انسان کے دنیاوی اعمال کے مطابق اللہ کے حکم پر جنت یا جہنم کا فیصلہ سنایا جائے گا۔دیگر قومیں بھی کسی نہ کسی شکل میں قیامت کے دن کو تسلیم کرتی ہیں۔عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس پوری کائنات کے وجود کا کوئی اہم مقصد ضرور ہونا چاہئے اور اشرف المخلوقات کو اپنے کیے ہوئے اعمال کی جزا یا سزا ضرور ملنی چاہئے۔

قیامت کب واقع ہوگی؟ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے،البتہ قیامت تک آنے والے تمام جن وانس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مرتبہ شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملا کر ارشاد فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں،بس سمجھیں کہ میں بھی قیامت کے ساتھ اس طرح بھیجا گیا ہوں۔(صحیح مسلم۔کتاب الفتن۔باب قرب الساعۃ)یعنی حضور اکرم ﷺ وقیامت کے درمیان کا وقت دنیا کے وجود سے لے کر حضور اکرم ﷺ کی بعثت تک گزرے ہوئے زمانہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔نیز اس امت کے افراد کے عمریں بہت کم ہے،لہٰذا ہمیں ہر وقت اس عظیم دن کی تیاری کرنی چاہئے۔قیامت کے واقع ہونے کی تاریخ کا علم تو اللہ کے پاس ہے،ہاں جس شخص کی موت واقع ہوگئی اس کے لیے ایک طرح سے قیامت واقع ہوجاتی ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ انسان کی جزا یا سزا قیامت تک مؤخر نہیں کی جاتی ہے بلکہ موت کے بعد سے ہی دنیا میں کیے گئے اعمال کی جزا یا

سزا شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر عذاب قبر کا ذکر آیا ہے، یہاں صرف دو آیات پیش ہیں: فرعون کے لوگوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا۔ آگ ہے جس کے سامنے انہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اور جس دن قیامت آجائے گی، (اُس دن حکم ہوگا کہ) فرعون کے لوگوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔ (سورۃ الغافر ۴۵۔۴۶) انسان کے مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان کی روح جس عالم میں رہتی ہے اُسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔ اِس آیت میں بتایا گیا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو عالم برزخ میں جہنم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں پتہ چلے کہ اُن کا ٹھکانا یہ ہے۔ اسی طرح فرمان الٰہی ہے: اِن کو ہم دو مرتبہ سزا دیں گے، پھر اُن کو زبردست عذاب کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ (سورۃ التوبہ ۱۰۱) اس آیت میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ زبردست عذاب یعنی جہنم سے قبل بھی انہیں سزا دی جائے گی۔

قبر کے عذاب کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے سینکڑوں فرمان احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف تین احادیث پیش ہیں: حضور اکرم ﷺ کا جب دو قبروں پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہورہا ہے، اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا ہے۔ ایک تو اُن میں سے چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی منگائی اور اسے چیر کر دو کیا۔ ہر ایک کی قبر پر ایک ایک گاڑ دی اور فرمایا جب تک یہ ٹہنی خشک نہ ہو،

امید ہے کہ ان کا عذاب ہلکا ہوجائے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی نجاسۃ الدم وکیفیۃ غسلہا) صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (صحیح مسلم ۔ کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا) نیز فرمان رسول ﷺ ہے: جب آدمی مرجاتا ہے تو صبح وشام اُسے اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اگر اہل جنت سے ہوتا ہے تو جنت، اور اگر اہل جہنم سے ہوتا ہے تو بھڑکتی ہوئی آگ اُسے دکھائی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہ تیرا ٹھکانا ہے جہاں قیامت کے دن تجھے اٹھا کر پہنچا دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا)

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قبر میں ہر شخص سے تین سوال کئے جاتے ہیں: ۱) تمہارا رب کون ہے؟ ۲) تمہارا مذہب کیا ہے؟ ۳) یہ شخص کون ہیں جو تمہارے درمیان رسول بنا کر بھیجے گئے؟ تینوں سوال کے صحیح جواب دینے پر کامیابی کا فیصلہ ہوجاتا ہے اور قیامت تک کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ سوالات کے جواب نہ دینے پر اسے عذاب دیا جاتا ہے اور جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔

قبر کا عذاب اصل میں روح کو ہوتا ہے۔ سوالات بھی حقیقت میں روح ہی سے ہوتے ہیں، اس لیے اگر کسی شخص کو دفن نہ کیا جائے تب بھی تینوں سوالات ہوتے ہیں، البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کے ساتھ بدن کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ بے شمار دنیاوی چیزیں نہ سمجھنے کے باوجود ہم اُن کو تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح عالم برزخ میں عذاب اور آرام پر ہمیں مکمل

ایمان لانا چاہئے خواہ اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہ ہو۔

قبرستان کی زیارت: افضل البشر وسید الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ نے متعدد مرتبہ قبرستان جا کر قبروں کی زیارت کرنے کی ترغیب دی ہے، چند احادیث پیش ہیں: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبرستان جا کر قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس کے ذریعہ آخرت یاد آتی ہے۔ (ابن ماجہ۔ باب ما جاء فی زیارۃ القبور) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا۔ (اب چونکہ تم ایمان وعقیدہ میں مضبوط ہو گئے ہو، لہٰذا) قبرستان جایا کرو کیونکہ اس کے ذریعہ دنیا سے دوری اور آخرت کی یاد پیدا ہوتی ہے۔ (ترمذی۔ ابواب الجنائز) حضور اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنی والدہ (حضرت آمنہ) کی قبر پر گئے۔ خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا، اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی گئی، تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس کے ذریعہ تمہیں موت یاد آئے گی۔ (مسلم۔ باب استئذان النبی ربہ فی زیارت قبر امہ)

خواتین قبرستان کیوں نہیں جاسکتیں؟ مسند احمد، ترمذی اور ابوداود میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں کی زیارت کے لیے جائیں۔ حدیث کی مشہور کتاب (ترمذی) کے مصنف حضرت امام ترمذیؒ نے تو باب کا نام ہی رکھا ہے کہ عورتوں کو قبر کی زیارت کرنا مکروہ ہے۔ اسی لیے عورتوں کو میت کی تدفین کے لیے جنازہ کے ساتھ چلنے سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب اتباع النساء الجنائز) چنانچہ ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ کا یہی عمل ہے کہ

میت کو قبرستان لے جا کر اس کی تدفین مرد حضرات ہی کرتے ہیں خواہ میت مرد ہو یا عورت۔ خواتین بہت جلدی کسی بھی چیز سے متاثر ہو جاتی ہیں، اس لیے خواتین کو قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تا کہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے شرک و بدعات جیسے بڑے گناہوں میں مبتلا نہ ہو جائیں حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے سے آخرت یاد آتی ہے۔

کیا مُردے سنتے بھی ہیں؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص رشتہ داروں کی قبر پر جا کر نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق انہیں سلام کرتا ہے تو کیا وہ سنتے بھی ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق عرصۂ دراز سے اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا موقف ہے کہ مُردے بالکل سنتے ہی نہیں ہیں، وہ سورۃ النمل کی آیت ۸۰ کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس میں کہا گیا: تم مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے، اور نہ تم بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو، جب وہ پیٹھ پھیر کر چل کھڑے ہوں۔ حالانکہ اس آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفار مکہ سے خطاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت تسلیم نہ کرنے پر زندہ ہونے کے باوجود انہیں مردہ کہا گیا۔ دیگر حضرات کی رائے ہے کہ کسی حد تک مُردے سنتے بھی ہیں، لیکن جواب نہیں دے سکتے۔ دلیل کے طور پر کتب احادیث میں وارد بعض واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مُردے سنتے بھی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو وہ واپس پلٹنے والے اپنے ساتھیوں کی جوتیوں کی آواز سنتے ہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ جنگ بدر کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بدر میں مرنے والوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھ تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اسے سچ پالیا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ کیا یہ جواب دیتے ہیں؟ حالانکہ یہ تو مر چکے

ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، تم اُن سے زیادہ نہیں سنتے۔ ہاں یہ تمہاری طرح جواب نہیں دے سکتے۔

اسی طرح ایک حدیث ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ جانتا تھا اور سلام کرتا ہے تو اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے یہاں تک وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں یقیناً ضعف ہے لیکن بڑے بڑے جید علماء حتی کہ علامہ ابن القیمؒ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب الروح میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ صحیح مسلم ودیگر کتب حدیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنت البقیع جاکر قبرستان میں مدفون حضرات کو سلام کیا کرتے تھے اور پوری امت مسلمہ اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں متفق ہے کہ ہم جب بھی قبرستان جائیں تو انہیں سلام کریں۔ سعودی عالم دین شیخ محمد المختار الشنقیطی نے اپنی کتاب ''اضواء البیان ۶/۴۲۱'' میں تحریر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ''السلام علیکم'' اور ''وانا ان شاء اللہ بکم۔۔'' جیسے (مخاطب) کے الفاظ سے خطاب کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قبرستان میں مدفون حضرات آپ ﷺ کے سلام کو سن رہے ہیں، کیونکہ اگر وہ آپ ﷺ کے سلام کو نہیں سن رہے ہوتے تو آپ ﷺ کے اُن کو سلام کرنے کا کیا فائدہ۔

ہاں اِس مسئلہ میں بعض حضرات نے کسی دلیل کے بغیر حد سے تجاوز کیا ہے مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ قبر میں مدفون شخص ہمارے مسائل کو حل کردے گا، جو یقیناً غلط ہے۔ اس نوعیت کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ غرضیکہ اگر ہم اپنے کسی رشتہ دار کی قبر پر جاکر سلام کرتے ہیں تو وہ ہمارے سلام کو ضرور سنتے ہیں خواہ جواب دیتے ہیں یا نہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے تحریر کیا ہے کہ اِن دلائل سے معلوم ہوا کہ میت کسی حد تک زندہ شخص کی بات کو سنتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ہر بات کو سنتے رہیں، لیکن بعض باتوں کو وہ ضرور سنتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی ۵/۳۶۶)۔

سورة العصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَالْعَصْرِ **(1)** إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ **(2)** إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
وَعَـمِـلُـوا الـصَّـالِـحَـاتِ وَتَـوَاصَـوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ **(3)**

دنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا قرآنی نسخہ

سورۃ العصر کا ترجمہ: قسم ہے زمانے کی کہ ہر انسان بڑے خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انہوں نے اچھے کام کئے، اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی، اور آپس میں تاکید کرتے رہے صبر وتحمل کی۔

اس سورۃ کی خاص فضیلت: یہ قرآن کریم کی بہت مختصر سی سورۃ ہے، جس میں چودہ کلمات پر مشتمل صرف تین آیات ہیں، لیکن ایسی جامع ہے کہ بقول حضرت امام شافعیؒ (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ) کہ اگر لوگ اس سورت کو غور وفکر اور تدبر کے ساتھ پڑھ لیں تو دین ودنیا کی درستگی کے لئے کافی ہو جائے۔ (ابن کثیر) حضرت عبداللہ ابن حصینؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام میں سے دو شخص آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورۃ العصر نہ پڑھ لے۔ (طبرانی)

"والعصر": اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے العصر کی قسم کھائی ہے، جس سے مراد زمانہ ہے کیونکہ انسان کے تمام حالات، اس کی نشو ونما، اس کی حرکات وسکنات، اعمال اور اخلاق سب زمانے کے لیل ونہار میں ہی ہونگے۔ جہاں تک قسم کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام میں قسم کے بغیر بھی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم فرما کر، کسی حکم کی خصوصی تاکید اور اس کی اہمیت کی وجہ سے قسم کھا کر کوئی حکم بندوں کو کرتا ہے تاکہ بندے اس حکم کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں اور حکم بجالانے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ البتہ یاد رکھیں کہ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی

واضح تعلیمات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً لوگوں کا کہنا تیرے سر کی قسم یا تیری قسم وغیرہ، اس طرح کے الفاظ کے ساتھ قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ ویسے تو قسم کھانے سے ہی بچنا چاہیے کیونکہ قسم کھا کر کوئی بات کہنا ترغیبی عمل نہیں ہے، لیکن اگر کسی موقع پر قسم کھانی ہی پڑے تو صرف اللہ کے نام کی قسم کھانی چاہیے۔

"الانسان" میں الف لام جنس کے لئے ہے، جو استغراق کے معنی میں ہے، یعنی قیامت تک آنے والا ہر انسان اس حکم میں داخل ہے خواہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا مالدار، طاقت ور ہو یا کمزور، بوڑھا ہو یا نوجوان، بادشاہ ہو یا غلام۔ "خسر" قرآن کریم میں انسان کے نفس یا مال یا اہل وعیال یا دنیا وآخرت کے خسارہ کو متعدد جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اشرف المخلوقات (انسان) کے خسارہ سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" جملہ اسمیہ ہونے کی وجہ سے اس میں تاکید موجود ہے۔ عربی زبان میں لفظ اِنَّ کا استعمال تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قسم کھا کر اس بات کو بیان کرنا شک وشبہ کی کسی گنجائش کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔ نفع میں کمی یا بالکل نفع نہ ہونا نقصان کہلاتا ہے لیکن اگر راس المال (Capital) ہی ختم ہو جائے تو اسے خسارہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں صرف جان یا مال کا خسارہ مراد نہیں بلکہ انسانی خسارہ مراد ہے، جس کا کوئی بدل ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر بہت زیادہ تاکید کے ساتھ یہ بات بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ التین میں چار چیزوں (انجیر، زیتون، سینا کا پہاڑ اور مکہ مکرمہ) کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے، پھر ہم اسے پستی والوں میں سب سے زیادہ نچلی حالت میں کر دیتے ہیں، یعنی جہنم میں پھینک دیتے ہیں، سوائے اُن

کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، تو اُن کو ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ غرضیکہ اگر ہم نے شیطان اور نفس کی خواہش کے خلاف اور اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش نہیں کی تو ناکامی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کے حصول کے لئے سونے سے بھی زیادہ قیمتی چیز یعنی وقت کا صحیح استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ہر سیکنڈ ہماری عمر کم ہو رہی ہے اور ہم برابر اپنی موت کے قریب ہوتے جارہے ہیں، کسی بھی وقت موت کا فرشتہ ہماری روح قبض کرنے آسکتا ہے۔ ہمارا جو لمحہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی میں گزر رہا ہے وہ ہمیں خسارہ کی طرف لے جارہا ہے۔

اس مختصر سورت میں انسان اور پوری کائنات کو پیدا کرنے والے نے زمانہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ ہر انسان بڑے خسارے اور نقصان میں ہے، اور اس خسارے سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن کے اندر چار صفات موجود ہوں۔

ا۔ **اللہ اور رسول پر ایمان لانا:** اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا کہ اللہ ہی اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے انس وجن، آسمان، زمین، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، آگ، پانی، ہوا، جانور، پرند، درند، درخت اپنی قدرت سے پیدا کئے۔ وہی سارے جہاں کا پالن ہار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد۔ وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے۔ کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو، اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے پاس ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔ ممکن ہے کہ ہماری عقلیں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں مگر

سینکڑوں دنیاوی امور سمجھ میں نہ آنے کے باوجود ہم اُن کے آگے سر جھکا دیتے ہیں مثلاً ہماری عقلیں یہ بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ انسان دنیا میں کیوں آتا ہے؟ اور نہ جانے کی خواہش کے باوجود صرف ۶۰۔۷۰ سال کی عمر میں کیوں چلا جاتا ہے؟ ہاں ہماری عقلیں یہ ضرور تسلیم کرتی ہیں کہ ساری کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوگئیں، یقیناً ان ساری چیزوں کو پیدا کرنے والی ایک ذات ہے، وہی اللہ ہے، جس کو ہم اپنی عقلوں سے نہیں سمجھ سکتے، البتہ اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کرکے اللہ کی طاقت اور قدرت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے، چنانچہ آج بھی دنیا کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اللہ کی ذات کو ضرور مانتا ہے۔

جن وانس کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ ہماری دنیاوی زندگی کیسے عبادت بنے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو منتخب فرما کر نبی ورسول بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ نبی ورسول کے پاس اپنے احکام نازل فرماتا ہے کہ کیا کام کرنا ہے اور کیا کام نہیں کرنا، کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا۔ نبی ورسول اپنے قول وعمل سے لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ نبیوں کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کرام سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگیا کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت کسی قبیلہ یا علاقہ یا وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ ﷺ کو عالمی رسالت سے نوازا گیا۔ اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہے۔

اسی طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ ایمان ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے بعد اخروی زندگی شروع ہوتی ہے، جہاں کی کامیابی کا دارومدار دنیاوی زندگی میں نیک اعمال کرنے پر ہے جیسا کہ اسی سورت میں آگے بیان ہے۔ کامیاب لوگ جنت میں جائیں

گے جہاں اللہ تعالیٰ نے راحت وسکون کے ایسے انتظامات کرر کھے ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔اور نا کام لوگ جہنم کی دہکائی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے، جہاں کی آگ کی گرمی دنیاوی آگ سے ٦٩ گنا زیادہ ہے۔

۲۔ **نیک اعمال کرنا:** انسان کی کامیابی کے لئے دوسری بنیادی شرط نیک عمل ہے۔نیک عمل کے لئے دو بنیادی شرطیں ہیں۔ ۱) عمل خالص اللہ کی رضامندی کے لئے کیا جائے۔۲) تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے، خواہ عمل کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے یا معاشرت سے یا اخلاق سے۔

۳۔ **حق کی نصیحت کرنا:** یعنی ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والے لوگ ایک دوسرے کو دین اسلام کی نصیحت کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ (سورۃ التوبہ ۷۱) اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو نماز و روزہ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے بھی قبل ذکر کیا جس سے یقیناً اس کام کی اہمیت وتاکید معلوم ہوتی ہے۔دین اسلام کی دعوت دینا خود ایک نیک عمل ہے مگر امت محمدیہ امت مبعوثہ ہے، جس کا مقصد دعوت الی الخیر ہے، آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اس حقیقت پر شاہد ہیں، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: (مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔تم اچھائیوں کا حکم کرتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے

ہو۔(سورۃ آل عمران ۱۱۰)مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس امت کا بہترین اور خیر امت ہونا اس کے داعی ہونے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام دینے کی وجہ سے ہے، اسی لئے اس ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر ذکر فرمایا۔

۴۔ صبر کی تلقین کرنا: یعنی ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام ''قرآن کریم'' میں جگہ جگہ صبر کرنے کی تعلیم دی ہے۔مثلاً: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوں اُن کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں۔مگر تم کو (اُن کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا۔اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال وجان اور پھلوں میں کمی کر کے۔اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں اُن کو خوشخبری سنا دو۔(سورۃ البقرہ ۱۵۳۔۱۵۵)اسی طرح فرمان الٰہی ہے: اے ایمان والو! صبر کرو اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہو۔(سورۃ آل عمران ۲۰۰) قیامت تک آنے والے انس وجن کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنے قول وعمل سے صبر کرنے کی ترغیب دی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ صبر وہی ہے جو تکلیف کے آغاز میں کیا جائے۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

غرض دین ودنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزاء سے مرکب ہے جن میں پہلے دو اجزاء (ایمان واعمال صالحہ) اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں۔ اور دوسرے دو اجزاء دوسروں کی ہدایت واصلاح سے متعلق ہیں۔یعنی ہم اپنی ذات سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بجالائیں، اور ساتھ میں یہ کوشش

وفکر کریں کہ ہماری اولاد، ہمارے رشتے دار، ہمارے پڑوسی، ہماری کمپنی میں کام کرنے والے حضرات، ہمارے شہر میں رہنے والے لوگ اور ساری انسانیت اللہ کی مرضی کے مطابق اس دنیاوی زندگی کو گزارنے والی بنے تاکہ ہم سب بڑے خسارے سے بچ کر ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرنے والے بن جائیں۔ ہر شخص اپنی زندگی کا جائزہ لے کہ اس کے اندر یہ چار اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان سے معلوم ہوا کہ اگر یہ چار اوصاف یا ان میں سے کوئی ایک وصف بھی ہمارے اندر موجود نہیں ہے تو ہم دنیا وآخرت میں ناکامی اور بڑے خسارے کی طرف جا رہے ہیں۔ لہذا ابھی وقت ہے، موت کب آجائے، کسی کو نہیں معلوم، ہم سب یہ عزم مصمم کریں کہ دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرنے اور بڑے خسارے سے بچنے کے لئے یہ چار اوصاف اپنی زندگی میں آج، بلکہ ابھی سے لانے کی مخلصانہ کوشش کریں گے۔ اللہ ہم سب کو زندگی کے باقی ایام ان چار اوصاف سے متصف ہو کر گزارنے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

سورة الهمزة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيُم

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (1) الَّذِى جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ (2)
يَـحْسَـبُ أَنَّ مَـالَـهٗ أَخْـلَـدَهٗ (3) كَلَّا لَيُـنـبَـذَنَّ فِـى
الْـحُطَمَةِ (4) وَمَـآ أَدْرَاكَ مَـا الْـحُطَمَةُ (5) نَـارُ الـلّٰهِ
الْمُوقَدَةُ (6) الَّتِـى تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ (7) إِنَّهَا عَلَيْهِم
مُّؤْصَدَةٌ (8) فِى عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (9)

غیبت، عیب جوئی، طعنہ زنی اور ناحق مال ھڑپنا جھنم میں لے جانے والے گناہ ھیں

سورۃالھمزۃ کاترجمہ: بڑی خرابی ہے اُس شخص کی جو پیٹھ پیچھے دوسروں پر عیب لگانے والا، (اور) منہ پر طعنے دینے کا عادی ہو، جس نے مال اکٹھا کیا ہو اور اُسے گنتا رہتا ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس کا مال اُسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں! اُس کو تو ایسی جگہ میں پھینکا جائے گا جو چورا چورا کرنے والی ہے، اور تمہیں کیا معلوم وہ چورا چورا کرنے والی چیز کیا ہے؟ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ، جو دلوں تک جا چڑھے گی۔ یقین جانو وہ اُن پر بند کردی جائے گی، جبکہ وہ (آگ کے) لمبے چوڑے ستونوں میں (گھرے ہوئے) ہوں گے۔

الفاظ کی تحقیق: وَیۡلٌ کے معنی بربادی، بڑی خرابی اور عذاب کے ہیں، نیز جہنم کی ایک وادی کا نام بھی وَیل ہے، یعنی جو حضرات تین گناہوں "غیبت، طعنہ دینا اور ناحق مال جمع کرنا" میں مبتلا ہیں انہیں جہنم کی ویل نامی وادی میں ڈالا جائے گا۔ سورۃ الماعون میں مذکور ہے کہ نمازوں میں کوتاہی کرنے والوں کو بھی جہنم کی اسی وادی میں ڈالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ هُمَزَة اورلُمَزَة: مبالغہ کے صیغہ ہیں، هَمۡزٌ کے معنی اشارہ بازی کرنے کے اور لَمۡز کے معنی عیب لگانے یا طعنہ دینے کے ہیں۔ کسی شخص کا مذاق اڑانا، کسی کا عیب نکالنا، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا یعنی غیبت کرنا، اسی طرح کسی کو طعنہ دینا، کسی کو ذلیل کرنا اور برا بھلا کہنا یہ ساری شکلیں اس آیت کے تحت داخل ہیں اور یہ سب گناہ کبیرہ ہیں، جن سے بچنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ ان گناہوں میں مبتلا ہونے والے اشخاص کو جہنم میں سخت عذاب دیا جائے گا اگر موت سے قبل حقیقی توبہ نہیں کی۔ غرضیکہ اللہ کے بندوں میں بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل

خوری کرتے ہیں اور دوستوں ورشتہ داروں کے درمیان جھگڑا کراتے ہیں، شریفوں کی پگڑیاں اچھالتے ہیں اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات آیت ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے کہ نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ جن کا مذاق اڑا رہے ہیں خود اُن سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ جن کا مذاق اڑا رہی ہیں خود اُن سے بہتر ہوں۔ اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کرنا بہت بری بات ہے۔ اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں وہ ظالم لوگ ہیں۔

غیبت کیا ھے؟

اس آیت میں ہمیں غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ارشاد نبوی ﷺ کی روشنی میں سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ کہا گیا اگر وہ چیزیں اس میں موجود ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ چیز اس کے اندر ہو تو تم نے غیبت کی اور اگر نہ ہو تو وہ بہتان ہوگا۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے کسی کی برائیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کیا جائے جسے وہ برا سمجھے اور اگر اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جو اس کے اندر موجود ہی نہیں ہیں تو وہ بہتان ہے۔ کسی مسلمان بھائی کی کسی کے سامنے برائی بیان کرنا یعنی غیبت کرنا

ایسا ہی ہے جیسے مردار بھائی کا گوشت کھانا۔ بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اس سے نفرت دلائی ہے، ارشاد باری ہے: تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔ (سورۃ الحجرات ۱۲)

معراج کے سفر کے دوران حضور اکرم ﷺ کو جنت ودوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے ایک گناہگار کے احوال پیش کرتا ہوں تاکہ اس گناہ (غیبت) سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخون تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے عزتی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداود)

کیا مال کا جمع کرنا گناہ ہے؟

الَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَہ: جو ناحق طریقہ سے مال حاصل کرکے گن گن کر رکھتا ہو۔ دیگر آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مال کا جمع کرنا گناہ نہیں ہے، بلکہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف

بنایا ہے کہ وہ صرف جائز وحلال طریقہ سے ہی مال کمائے کیونکہ کل قیامت کے دن ہر شخص کو مال کے متعلق اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہوگا کہ کہاں سے کمایا یعنی وسائل کیا تھے اور کہاں خرچ کیا یعنی مال سے متعلق حقوق العباد یا حقوق اللہ میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔ غرضیکہ حصولِ مال کے لئے کوشش اور جستجو کرنا، نیز مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مال جمع کرنا مذموم نہیں ہے اگر مال کو جائز وسائل سے حاصل کیا جارہا ہے اور حقوق کی ادائیگی مکمل کی جارہی ہے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ: مال کی محبت میں وہ اس طرح منہمک ہوگیا کہ وہ آخرت کو بھول گیا، اور اس کے اعمال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں گا، حالانکہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ حکومت اللہ ہی کی ہے، اور اُسی کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ انسان جہاں بھی ہوگا، ایک نہ ایک دن، موت اسے جا پکڑے گی، چاہے وہ مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہا ہو۔ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تو بعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہوچکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں توبہ کرکے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ: ہرگز نہیں! اُس کو تو ایسی جگہ میں پھینکا جائے گا جو چورا چورا

کرنے والی ہے۔ **الحُطَمَة:** یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی چورا چورا کر دینے والی۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ سوال اس کی ہولنا کی بیان کرنے کے لئے ہے کہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، بلکہ اس پوری کائنات کے پیدا کرنے والے کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

جہنم کیا ہے؟: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (سورۃ التحریم ٦) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: نہ تو اُن کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر ہی جائیں، اور نہ اُن سے جہنم کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ (سورۃ فاطر ٣٦) یعنی جہنم میں نہ موت آئے گی اور نہ ہی عذاب کم کیا جائے گا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں مذکور ہے کہ جہنمیوں کی غذا کھولتا ہوا پانی، کانٹوں والا کھانا، گلے میں اٹکنے والا کھانا، زخموں کے دھوون اور پیپ، پگھلا ہوا تانبا وغیرہ ہیں، یعنی انتہائی تکلیف دہ چیزیں ہی جہنمیوں کو کھانے اور پینے کے لئے دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب ایک دفعہ اُن کی کھال جل چکی ہوگی تو ہم اُس کی جگہ دوسری نئی کھال پیدا کر دیں گے تا کہ عذاب چکھتے ہی رہیں۔ (سورۃ النساء ٥٦) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: دوزخیوں کو مارنے کے لئے لوہے کے گُرز (ایک قسم کا ہتھیار) ہیں، وہ لوگ جب بھی جہنم کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے پھر اُسی میں دھکیل دئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔ (سورۃ الحج ٢١و٢٢)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کو ایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو اُس کی آگ سرخ ہوگئی۔ پھر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو اُس کی آگ سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار سال تک

دھونکا گیا تو اُس کی آگ سیاہ ہوگئی۔ چنانچہ جہنم اب سیاہ اندھیری والی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب اُس شخص پر ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور تسمے آگ کے ہوں گے، جن کی وجہ سے ہانڈی کی طرح اُس کا دماغ کھولتا ہوگا۔ وہ سمجھے گا کہ مجھے ہی سب سے زیادہ عذاب ہورہا ہے، حالانکہ اُس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔ (بخاری ومسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری یہ آگ (جس کو تم جلاتے ہو) دوزخ کی عذاب کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جلانے کو تو یہی بہت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کے باوجود دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ جلانے میں ۶۹ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

جہنم ایسا موضوع ہے کہ اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ میں نے صرف چند باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کی ہیں۔ انتہائی تکلیفوں کی جگہ جہنم سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنی دنیاوی زندگی اللہ کے احکام اور نبی کے طریقہ کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں، جیسا کہ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَة: اِن مذکورہ گناہوں کے مرتکبین کو ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو دلوں تک جاچڑھے گی۔ ویسے تو آگ کی خاصیت یہی ہے کہ وہ انسان کے اعضاء کو جلادیتی ہے، لیکن اس آگ کا خاص مزاج یہ ہوگا کہ وہ پہلے اُن دلوں کو پکڑے گی جو مال کی محبت میں آخرت کو بھول گئے تھے۔ انسان کے ذریعہ بنائی گئی نئی ٹکنالوجی کی مدد سے بعض آلات سے مخصوص کام لئے جاتے ہیں، خالق کائنات نے جہنم میں ایک ایسی خاص آگ بنائی ہے جس کا

سب سے پہلا حملہ اُن دلوں پر ہوگا جن میں لوگوں کے لئے بغض وعناد اور مال کی ایسی محبت جگہ کر گئی تھی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع سے مانع بنی۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی ہے کہ دنیا کی آگ جب انسان کے بدن کو لگتی ہے تو دل تک پہنچے سے قبل ہی انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے، لیکن آخرت میں موت تو آتی نہیں تو وہ دل تک پہنچے گی۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ، فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ: لمبے لمبے ستونوں کا مطلب یہ ہے کہ آگ کے اتنے بڑے بڑے شعلے ہوں گے جیسے ستون ہوتے ہیں اور دوزخی اس میں بند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے جہنم سے نجات کا فیصلہ فرمائے۔

اس سورۃ میں ہمارے لئے درس یہ ہے کہ دیگر گناہوں کے ساتھ ہمیں تین گناہوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ ھَمْز، لَمْز اور ناجائز وسائل سے مال جمع کرنا۔ ھَمْز اور لَمْز کے متعدد معانی ہیں: غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا، طعنہ دینا، برا بھلا کہنا اور کسی شخص کی توہین کرنا وغیرہ۔ چونکہ ان گناہوں کا تعلق بظاہر حقوق العباد سے ہے، لہٰذا ان گناہوں سے بالکل اجتناب کریں، اپنے کئے ہوئے گناہ پر شرمندہ ہوں، اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ متعلقہ شخص سے پہلی فرصت میں اگر معاملہ صاف کرلیا جائے تو اسی میں دونوں جہاں کی خیر وعافیت وعزت وکامیابی پوشیدہ ہے۔

سورة الفيل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ (1) أَلَمْ يَجْعَلْ
كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (2) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْراً أَبَابِيْلَ (3)
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ (4) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ
مَّأْكُوْلٍ (5)

خانہ کعبہ کے متعلق غلط نیت رکھنے والے کا انجام وہی ہوگا جو ابرھہ کے ساتھ ہوا تھا

سورۃ الفیل کا ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ کیا اُس نے اُن لوگوں کی ساری چالیں بیکار نہیں کر دی تھیں؟ اور اُن پر غول کے غول پرندے چھوڑ دیئے تھے۔ جو اُن پر پکی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ چنانچہ اُنہیں ایسا کر ڈالا جیسے کھایا ہوا بھوسا۔

شانِ نزول: اس سورت میں اصحاب فیل (ہاتھی والوں) کا واقعہ مختصراً ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں واقع اللہ کے گھر کو ڈھانے کی غرض سے یمن سے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۰ کیلومیٹر پہلے میدانِ عرفات کے قریب اُن کی فوج پر عذاب نازل کر کے ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کا تذکرہ فرما کر حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے، اس لئے جو لوگ دشمنی پر کمر باندھے ہوئے ہیں، آخر میں وہ بھی ہاتھی والوں کی طرح منہ کی کھائیں گے۔

اصحاب فیل کا واقعہ: یمن پر ملوک حمیر کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ مشرک تھے، اِن کا آخری بادشاہ ذو نواس تھا، جس نے اُس زمانہ کے عیسائیوں پر بہت ظلم کئے تھے۔ اس نے ایک لمبی خندق کھدوا کر ایک اللہ کی عبادت کرنے والے تقریباً بیس ہزار عیسائیوں کو آگ میں جلا دیا تھا، جس کا ذکر سورۃ البروج (اصحاب الاخدود) میں ہے۔ کسی طرح یہاں سے بچ کر دو عیسائیوں نے قیصر ملک شام کے دربار میں جا کر فریاد کی۔ قیصر ملک شام نے حبشہ (جو یمن سے قریب تھا) کے عیسائی بادشاہ سے یمن پر حملہ کرنے کو کہا۔ اس طرح ارباط اور ابرہہ دو کمانڈر کی قیادت میں

یمن پر حملہ کر کے پورے یمن کو قوم حمُیر سے آزاد کر دیا۔ پھر ارباط اور ابرہہ دونوں کمانڈروں میں اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے باہمی جنگ ہوئی، ارباط جنگ میں مارا گیا، اور اس طرح ابرہہ یمن کا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ ابرہہ نے یمن پر قبضہ کرنے کے بعد ایک شاندار کنیسہ اس مقصد سے بنایا کہ یمن کے لوگ مکہ مکرمہ جانے کے بجائے اسی کنیسہ میں عبادت کریں۔ عرب قبائل میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، یہاں تک کہ کسی نے رات کے وقت کنیسہ میں گندگی پھیلا دی اور اس کے ایک حصہ میں آگ لگا دی۔ ابرہہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے ملک حبشہ کے بادشاہ کی اجازت سے کعبہ کو ڈھانے کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ ہاتھیوں کے ساتھ ایک لشکر لے کر وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عرب لوگ باوجویکہ وہ مشرک تھے، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کے بنائے ہوئے بیت اللہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ انہوں نے ابرہہ کے خلاف جنگ لڑی مگر عرب لوگ مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے اور ابرہہ آگے بڑھتا گیا۔ طائف کے مشہور قبیلہ ثقیف نے اس کے آگے ہتھیار ڈال دئے۔ اس طرح وہ مکہ مکرمہ سے چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر میدان عرفات کے قریب مغمس مقام پر پہنچ گیا، جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ ابرہہ کے لشکر نے اُن اونٹوں پر قبضہ کر لیا، جن میں دوسو اونٹ حضور اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے تھے۔ ابرہہ نے ایک نمائندہ مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ قریش کے سرداروں کے پاس جا کر اطلاع دے کہ ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں، ہمارا مقصد بیت اللہ کو ڈھانا ہے۔ اگر تم نے اس میں رکاوٹ نہیں ڈالی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ حضرت عبدالمطلب ابرہہ سے ملنے کے لئے پہنچے اور اس سے اپنے دوسو اونٹوں کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ کو بڑا تعجب ہوا کہ قبیلہ کا سردار صرف اپنے اونٹوں کی بات

کرتا ہے، بیت اللہ کے متعلق کوئی بات نہیں کرتا۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اونٹوں کا مالک تو میں ہوں، مجھے اِن کی فکر ہے، اور بیت اللہ کا میں مالک نہیں ہوں بلکہ اس کا مالک ایک عظیم ہستی ہے، جو اپنے گھر کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ابرہہ نے کہا کہ تمہارا اللہ اُس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ حضرت عبدالمطلب اونٹ لے کر واپس آئے تو انہوں نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیت اللہ کا دروازہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگی اور پھر مکہ والوں کو ساتھ لے کر اس یقین کے ساتھ پہاڑوں میں چلے گئے کہ یقیناً ابرہہ کے لشکر پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ صبح ہوئی تو ابرہہ کے لشکر نے بیت اللہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو اُس کا محمود نام کا ہاتھی بیٹھ گیا اور وہ مکہ مکرمہ کی طرف چلنے کے لئے تیار نہیں ہوا، جبکہ دوسری طرف وہ چلنے لگتا تھا۔ اسی دوران پرندوں کا ایک غول نظر آیا، جن میں سے ہر ایک کے پاس چنے کے برابر تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں، جو انہوں نے لشکر کے لوگوں کے اوپر برسانی شروع کر دیں۔ ان کنکریوں نے وہ کام کیا جو بارودی گولی بھی نہیں کر سکتی تھی۔ جس پر یہ کنکری لگتی، اُس کے پورے جسم کو چھیدتی ہوئی زمین میں گھس جاتی تھی۔ یہ عذاب دیکھ کر سارے ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ لشکر کے سپاہیوں میں سے کچھ وہیں ہلاک ہو گئے اور کچھ لوگ جو بھاگ نکلے، وہ راستہ میں مرے، اور ابرہہ کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اُس کا ایک ایک حصہ سڑ گل کر گرنے لگا، اسی حالت میں اسے یمن لایا گیا اور وہاں اُس کا سارا بدن بہہ بہہ کر ختم ہو گیا۔ اُس کی موت سب کے لئے عبرت ناک ہوئی۔ اُس کے دو ہاتھی بان مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے جو اپاہج اور اندھے ہو گئے تھے۔ صحابۂ کرام نے اُن کو دیکھا بھی تھا۔

ہاتھیوں کو ساتھ لانے کا مقصد: اُن کا یہ خیال تھا کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور لمبی زنجیریں باندھ کر اُن زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنکا دیں تو سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) گر جائے گا۔ یہ اللہ کا نظام ہے کہ ہاتھیوں کا ساتھ لانا ہی ان کی ذلت آمیز شکست کا سبب بنا۔

اصحاب فیل کا واقعہ کب پیش آیا: اس واقعہ کی تاریخ اور سن میں مؤرخین کا اختلاف ہے، معتمد قول یہ ہے کہ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا۔

الفاظ کی تحقیق: **اَلَمْ تَرَ:** اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ حالانکہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی ولادت سے کچھ دن پہلے کا ہے۔ اس طرح کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ واقعہ جو عنقریب ہی واقع ہوا ہے، جس کی صداقت پر کوئی شک و شبہ نہیں ہے، جس کے اثرات ابھی تک نظر آتے ہیں۔ **طَيْرًا اَبَابِيْلَ:** سے ایسے پرندے مراد ہیں جو عجیب طرح کے تھے، جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے اور کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے، جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ ایک چھوٹا سا کالے رنگ کا پرندہ جو اندھیری جگہوں پر رہتا ہے جس کو اردو زبان میں ابابیل کہتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ **بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ:** اِن کنکریوں میں کوئی طاقت نہیں تھی، معمولی گارے اور آگ سے بنی ہوئی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے عصر حاضر میں موجود بارودی گولیوں سے زیادہ کام لیا۔ **فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ:** ابرہہ کا لشکر، جس پر کنکریوں کی مار پڑی تھی، وہ ایسے ہو گئے جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا۔ خود بھوسا ہی منتشر تنکے ہوتے ہیں، پھر جبکہ اسے کسی جانور نے چبا بھی لیا ہو تو وہ تنکے بھی اپنے حال پر نہیں رہتے اور دنیا میں اس کی کوئی قیمت بھی نہیں ہوتی۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول وضابطہ کل قیامت

تک کے انس وجن کے لئے بیان کر دیا کہ جو بھی ہمارے گھر کے متعلق غلط نیت رکھے گا اس کا حشر وہی ہوگا جو ابرہہ کے لشکر کے ساتھ ہوا تھا۔

اصحاب فیل (ہاتھی والوں) کے اس واقعہ کی وجہ سے عربوں میں اللہ کے گھر اور اس کی نگرانی کرنے والے قبیلہ قریش کی اہمیت وعظمت بڑھ گئی۔ چنانچہ وہ ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے تھے، اور اس طرح ان کے سفرات کسی بھی خطرہ سے خالی تھے۔ غرضیکہ قبیلہ قریش کے لوگ سال میں دو سفر کیا کرتے تھے، ان ہی سفروں کا ذکر اللہ تعالیٰ اگلی سورت میں کر رہے ہیں۔

بیت اللہ: بیت اللہ شریف اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کا حج اور عمرہ میں طواف کیا جاتا ہے۔ اس کو کعبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے زمین پر بنایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے۔ (سورۃ آل عمران) بیت اللہ مسجد حرام کے قلب میں واقع ہے اور قیامت تک یہی مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں صرف فرض نمازوں کے وقت خانہ کعبہ کا طواف رکتا ہے باقی دن رات میں ایک گھڑی کے لئے بھی بیت اللہ کا طواف بند نہیں ہوتا۔ بیت اللہ کی اونچائی ۱۴ میٹر ہے جبکہ چوڑائی ہر طرف سے کم وبیش ۱۲ میٹر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں روزانہ اس گھر (خانہ کعبہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس خانہ کعبہ کو دیکھنے والوں پر۔ حدیث میں ہے کہ بیت اللہ پر پہلی نظر پڑنے پر جو دعا مانگی جاتی ہے

وہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔(بیہقی وطبرانی) حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق بیت اللہ شریف کو ہر سال غسل بھی دیا جاتا ہے۔

کعبہ شریف کی تعمیریں: ۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل سب سے پہلے اس کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ ۲) حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر۔ ۳) حضرت شیث علیہ السلام کی تعمیر۔ ۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر کی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ ۵) عمالقہ کی تعمیر ۶) جرہم کی تعمیر (یہ عرب کے دو مشہور قبیلے ہیں)۔ ۷) قصی کی تعمیر جو حضور اکرم ﷺ کی پانچویں پشت میں دادا ہیں۔ ۸) قریش کی تعمیر (اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی، اور آپ ﷺ نے اپنے ہی دست مبارک سے حجر اسود کو بیت اللہ کی دیوار میں لگایا تھا)۔ ۹) ۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حطیم کے حصہ کو کعبہ میں شامل کر کے کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی، اور دروازہ کو زمین کے قریب کر دیا، نیز دوسرا دروازہ اس کے مقابل دیوار میں قائم کر دیا تاکہ ہر شخص سہولت سے ایک دروازہ سے داخل ہو اور دوسرے دروازے سے نکل جائے۔ (حضور اکرم ﷺ کی خواہش بھی یہی تھی)۔ ۱۰) ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے کعبہ کو دوبارہ قدیم طرز کے موافق کر دیا (یعنی حطیم کی جانب سے دیوار پیچھے کو ہٹادی اور دروازہ اونچا کر دیا، دوسرا دروازہ بند کر دیا)۔ ۱۱) ۱۰۲۱ھ میں سلطان احمد ترکی نے چھت بدلوائی اور دیواروں کی مرمت کی۔ ۱۲) ۱۰۳۹ھ میں سلطان مراد کے زمانے میں سیلاب کے پانی سے بیت اللہ کی بعض دیواریں گر گئیں تھیں تو سلطان مراد نے ان کی تعمیر کرائی۔ ۱۳) ۱۴۱۷ھ میں شاہ فہد بن عبدالعزیز نے بیت اللہ کی کچھ ترمیم کی۔

سورة قريش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيُم

لِـــإِيْلَافِ قُـــرَيْـــشٍ **(1)** إِيْلَافِهِـــمْ رِحْـــلَةَ الشِّتَـــاءِ
وَالصَّيْفِ **(2)** فَـلْيَـعْبُـدُوْا رَبَّ هَذَا الْبَيْـتِ **(3)** الَّذِىْ
أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّآمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ**(4)**

اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے کشادہ روزی اور امن وسکون کی زندگی کا وعدہ

سورۃ قریش کا ترجمہ: چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں، اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں، جس نے بھوک کی حالت میں انہیں کھانے کو دیا، اور بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا۔

معنی اور مضمون کے اعتبار سے یہ سورت پہلی سورۃ الفیل سے متعلق ہے، اسی لئے بعض نسخوں میں دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ تحریر نہیں ہے، لیکن خیر القرون سے آج تک جمہور علماء کی رائے میں یہ دونوں مستقل الگ الگ سورتیں ہیں۔ اس سے قبل سورۃ الفیل میں اُن ہاتھی والوں کا ذکر کیا گیا جنہوں نے بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے یمن سے آکر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے صرف ۱۰ کیلومیٹر قبل ہاتھی والوں کے لشکر پر عذاب نازل کرکے ان کی تباہی اور بربادی کو قیامت تک آنے والے جن وانس کے لئے عبرت بنادیا۔ اور اس سورۃ قریش میں اُس قبیلہ کا ذکر کیا جارہا ہے جو بیت اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ قبیلہ قریش پر اللہ کی دو عظیم نعمتوں کا ذکر کرکے، ان کو بیت اللہ کے حقیقی مالک کی عبادت کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں میں قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا۔ کوئی شخص آسانی سے سفر نہیں کرسکتا تھا کیونکہ بعض لوگوں کا کام ہی یہی تھا کہ وہ راہ گیروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ لیکن بیت اللہ کی نگرانی کرنے والے قبیلہ قریش کو سارے لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جس کی وجہ سے وہ

لٹیروں سے محفوظ تھے۔ مکہ مکرمہ میں بنجر زمین کی وجہ سے کھیتی وغیرہ نہیں تھی، اس لئے وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے سال بھر میں دو سفر کیا کرتے تھے۔ سردیوں میں ملک یمن اور گرمیوں میں ملک شام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں قبیلہ قریش کے لوگوں کو یاد دلا رہے ہیں کہ اُن کو عربوں میں جو عزت حاصل ہوئی ہے، جس کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی میں کسی خوف کے بغیر دو اہم سفر کرتے ہیں، جن سفروں پر اُن کے معاش کا انحصار ہے، یہ سب کچھ اُس اللہ کے گھر کی برکت ہے جو بنی نوع انسان کے لئے زمین پر بسایا ہوا پہلا گھر ہے۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ اِس گھر کے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں کیونکہ اسی اللہ کے گھر کی وجہ سے انہیں کھانے کو مل رہا ہے اور اسی کی وجہ سے انہیں امن وامان ملا ہوا ہے۔ غرضیکہ اس سورت میں امت مسلمہ کو یہ سبق دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کرنے والے دو عظیم نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہیں، ایک کشادہ روزی اور دوسرے امن وسکون کی زندگی۔ قریش مکہ مکرمہ کا ایک اہم ترین قبیلہ تھا۔ جن وانس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسی قبیلہ کی شاخ بنو ہاشم سے تعلق ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تیرہویں پشت میں دادا نضر بن کنانہ بن خزیمہ کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔ تاریخ طبری کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی چھٹی پشت میں دادا قُصَیٰ بن کلاب وہ پہلے شخص ہیں جنہیں قریش کہا گیا۔ بنو کنانہ حرم کی خدمت کی غرض سے ایک جگہ جمع رہتے تھے اس لئے نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہا جاتا تھا۔ نضر بن کنانہ قریش اکبر اور قُصَیٰ بن کلاب کو قریش اصغر کہا جاتا ہے۔ اس سورت میں اشارہ ہے کے عرب کے تمام قبائل میں قریش کو فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب کیا ہے۔

سورة الماعون

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

أَرَأَيۡـتَ الَّـذِىۡ يُـكَذِّبُ بِالدِّيۡنِ **(1)** فَـذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ
الۡيَتِيۡمَ**(2)** وَلَا يَـحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ **(3)** فَوَيۡلٌ
لِّـلۡـمُصَلِّيۡنَ**(4)** الَّـذِيۡـنَ هُـمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ **(5)**
الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَاؤُوۡنَ**(6)** وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ **(7)**

سورۃ ''الماعون'' میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی خاص تلقین

سورۃ الماعون کا ترجمہ: کیا تم نے اسے دیکھا جو دین اسلام یا قیامت کے دن کی جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پھر بڑی خرابی (یا ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے اُن حضرات کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، یعنی نماز کی پابندی نہیں کرتے۔ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو زکوٰۃ یا معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں۔

اس سورۃ میں کفار ومنافقین کے بعض برے افعال اور اُن پر جہنم کی وعید مذکور ہے۔ اگر یہ افعال قیامت کے دن جزا وسزا پر ایمان لانے والے مؤمن سے سرزد ہوں تو وہ اگرچہ بڑے گناہ ہیں، لیکن اس سورۃ میں مذکور وعید اُس پر نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے ساتھ قیامت کے دن اور اس کی جزا وسزا پر ایمان لایا ہوا ہے۔ مگر اس میں اشارہ اس طرف ضرور ہے کہ یہ برے افعال مؤمن کی شان سے بعید ہیں، یعنی ایک مؤمن کو یہ افعال کبھی نہیں کرنے چاہئیں۔

جن برے افعال کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں: یتیم کے ساتھ بدسلوکی کرنا۔ قدرت کے باوجود محتاج کی مدد نہ کرنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب نہ دینا۔ نمازوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا۔ ریاکاری کرنا، اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنا۔ یہ سارے افعال بڑے گناہ ہونے کے ساتھ اپنی ذات میں بھی مذموم ہیں۔ قیامت کے دن اور اس کی جزا وسزا کے انکار (یعنی کفر) کے ساتھ یہ افعال سرزد ہوں تو ان کی سزا دائمی جہنم ہے۔ البتہ اللہ اور اس کے رسول

پر ایمان لانے والا ان اعمال کی سزا بھگتنے کے بعد ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی مؤمن نے موت سے قبل ان افعال سے سچی توبہ کرلی تو پھر ان شاءاللہ ان افعال کی وجہ سے جہنم میں نہیں جائے گا۔ اللہ اوراس کے رسول پر ایمان نہ لانا یا اللہ کی ذات اورصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا ایسا جرم عظیم ہے کہ خالق کائنات کے فیصلہ کے مطابق مرنے کے بعد ان گناہوں کی بخشش نہیں ہے۔

کافر، مشرک، منافق اور مؤمن کون؟:

پہلی آیت میں مذکور بات کو سمجھنے سے قبل چند اصطلاحات کا سمجھنا ضروری ہے۔ کافر: وہ شخص ہے جو اللہ اوراس کے رسول اور آخرت پر ایمان نہ لائے، یعنی جس طرح اللہ کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے، اسی طرح محمد ﷺ کو نبی ورسول تسلیم نہ کرنے والا بھی کافر ہے۔ مشرک: اللہ تعالیٰ کو مان کر اللہ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے والا مشرک ہے۔ منافق: اللہ اوراس کے رسول پر دل سے ایمان نہ لاکر بعض مصلحتوں کے لئے اپنے ایمان کو ظاہر کرنے اورصرف دکھاوے کی نمازیں وغیرہ ادا کرنے والا منافق ہے، غرضیکہ اگر قول وفعل میں تضاد ہوتو یہ نفاق کی علامت ہے۔ مؤمن: اللہ کو معبود حقیقی تسلیم کرکے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر ورہبر مان کر ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے والا مؤمن ہے۔ فاسق: اللہ اوراس کے رسول پر دل سے ایمان لانے کے باوجود بڑے گناہوں کا مرتکب فاسق کہلاتا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ کفر یا شرک یا نفاق جیسے بڑے بڑے گناہ بھی موت سے قبل ایمان لانے اور سچی توبہ کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص کفر یا شرک یا نفاق کی حالت میں مرجائے تواس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول

وضابطہ اپنی کتاب ’’قرآن کریم‘‘ میں ذکر کردیا کہ پھر اس کی معافی نہیں ہے، اسے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا۔ بعض ملحدین (جن کا کوئی مذہب نہ ہو) اس موضوع کے متعلق اسلام پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ اس دنیاوی زندگی کے بے شمار امور میں سمجھ میں نہ آنے کے باوجود ہم سرِ تسلیم خم کردیتے ہیں، مثلاً غریب گھرانے میں پیدا ہونے والا شخص عموماً غربت میں ہی زندگی گزار کر دنیا سے چلا جاتا ہے، تو پھر یہاں اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا کہ غریب گھر میں پیدا ہونے والے معصوم بچے نے کیا ظلم کیا کہ وہ پوری زندگی تکلیفوں میں گزارتا ہے، جبکہ مالدار گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ عموماً عیش وآرام میں زندگی گزارتا ہے۔ اسی طرح انسان دنیا میں کیوں آتا ہے اور دنیا سے نہ جانے کی ہر ممکن کوشش کے باوجود ہر بشر کیوں موت کا مزہ چکھتا ہے؟ بعض اوقات ایک صحت مند نوجوان جس کی خدمات پوری قوم کو درکار ہیں، صرف ٹھوکر کھا کر ہی مر جاتا ہے، جبکہ بعض بیمار بوڑھے لوگ دوسروں کے سہارے پر سالوں سال زندہ رہ جاتے ہیں۔ اس طرح کے ہزاروں سوالوں کا جواب ہماری عقلیں دینے سے قاصر ہیں۔ جب ہزاروں دنیاوی امور سمجھ میں نہ آنے کے باوجود سارے انسان اپنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں تو پھر ہم اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیوں نہ کریں؟

آخرت میں جزا وسزا: قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ ایک دن یہ دنیا فنا ہوجائے گی اور دنیا کے وجود سے لے کر کل قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کو قیامت کے میدان میں جمع کیا جائے گا، اور دنیاوی زندگی میں اچھے اور برے اعمال کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ جنت یا جہنم کا فیصلہ فرمائے گا۔ جنت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی آرائش وآرام کی چیزیں مہیا کر رکھی ہیں کہ ہماری عقل ان کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ جہنم کی

بھڑکتی ہوئی آگ دنیاوی آگ کی تپش سے ۷۰ گنا زیادہ ہے، جہاں خون اور پیپ بہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جہنم سے ہماری حفاظت فرما کر ہمارے لئے جنت الفردوس کا فیصلہ فرمائے۔ دنیا میں اس وقت ۷ کروڑ انسان بستے ہیں جن کی اکثریت اس بات کا یقین ضرور رکھتی ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے جس میں اس دنیاوی زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی، جو اخروی زندگی کے برحق ہونے کی خود ایک دلیل ہے۔

یتیموں کا خیال سب سے زیادہ اسلام میں رکھا گیا ھے:

یتیم وہ ہے جس کے بالغ ہونے سے قبل اس کے والد کا انتقال ہو گیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ بھی یتیم تھے، آپ کے والد ماجد (عبداللہ) اس وقت انتقال فرما گئے جب آپ ﷺ اپنی ماں (آمنہ) کے پیٹ میں تھے، اور والدہ ماجدہ کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ ٦ سال کے تھے۔ یتیموں کے لئے آپ ﷺ کے دل میں بڑی ہمدردی تھی، اس لئے آپ صحابۂ کرام کو یتیموں کی کفالت کرنے پر اکسایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے، آپ نے قربت بیان کرنے کے لئے بیچ اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ یعنی یتیم کی کفالت کرنے والا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (بخاری)

حاجتمندوں کی ضرورت پوری کرنے کی ترغیب وتعلیم میں مذہب اسلام کا کوئی ثانی نہیں:

شریعت اسلامیہ میں مساکین وغریبوں کو کھانا کھلانے اور ان کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کی بار بار ترغیب وتعلیم دی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اسلام میں کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر شخص کو سلام کرنا خواہ اس کو

پہچانو یا نہ پہچانو۔ (بخاری ومسلم) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: جو شخص مؤمن کی کوئی دنیاوی مشکل دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اس پر سے ایک سختی دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی تنگ دست پر سہولت کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس پر سہولت کرے گا۔۔۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد میں رہتا ہے۔ (صحیح مسلم)

نماز کی ادائیگی میں کوتاھی کرنے والوں کو جھنم میں ڈالا جائے گا:

فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ شریعت اسلامیہ میں زنا کرنے، چوری کرنے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ نماز کا ترک کرنا ہے۔ نماز میں کوتاہی کرنے والوں کی سزا کے متعلق صرف تین آیات پیش ہیں:

(۱) ان نمازیوں کے لئے خرابی (یا ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو نماز سے غافل ہیں۔ (سورۃ الماعون ۴، ۵) اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز یا تو پڑھتے ہی نہیں، یا پہلے پڑھتے رہے ہیں پھر سست ہوگئے یا جب جی چاہتا ہے پڑھ لیتے ہیں یا تاخیر سے پڑھنے کو معمول بنا لیتے ہیں یہ سارے مفہوم اس میں آجاتے ہیں، اس لئے نماز کی مذکورہ ساری کوتاہیوں سے بچنا چاہئے۔

(۲) پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انھوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، وہ غی (جہنم کی ایک جگہ) میں ڈالے جائیں گے۔ (سورۃ مریم آیت ۵۹) نماز نہ پڑھنے والوں کو جہنم کی انتہائی گہری اور شدید گرم وادی غی میں ڈالا جائے گا، جہاں خون اور پیپ بہتا ہے۔

(۳) تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، نہ

مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ (سورۃ المدثر ۴۲ تا ۴۴) اہل جنت، جنت کے بالاخانوں میں بیٹھے جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ کس وجہ سے تمہیں جہنم میں ڈالا گیا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم دنیا میں نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ غور فرمائیں کہ جہنمی لوگوں نے جہنم میں ڈالے جانے کی سب سے پہلی وجہ نماز نہ پڑھنا بتایا کیونکہ نماز ایمان کے بعد اسلام کا اہم اور بنیادی رکن ہے جو ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ ان تینوں آیات کی شرح کے حوالوں کے لئے مشہور و معروف تفاسیر کا مطالعہ کریں۔

ریاکاری اعمال کی بربادی کا سبب ہے: اعمال کی قبولیت کے لئے اہم اور بنیادی شرط اخلاص ہے۔ بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔۔۔۔ لہذا نماز کی ادائیگی سے خواہ فرض ہو یا نفل صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی مطلوب ہونی چاہئے۔ دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز نہ پڑھیں کیونکہ دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھنے کو ہمارے نبی نے فتنۂ دجال سے بھی بڑا فتنہ اور شرک قرار دیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک بات سے آگاہ نہ کردوں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور۔ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: شرک خفی دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو اور نماز کو اس لئے لمبا کرے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ۔ باب الریاء والسمعہ) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد)

زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا: قرآن وسنت کی روشنی میں امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، جس پر آخرت میں سخت سزائیں دی جائیں گی اگر مرنے سے قبل اس نے سچی توبہ نہیں کی۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۴۔۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکوٰۃ نہیں نکالتے۔

اس سورت کے آخری لفظ ''ماعون'' کے معنی معمولی چیز سے کیا گیا ہے۔ اسی لفظ کے نام پر سورت کا نام ''ماعون'' رکھا گیا ہے۔ اصل میں ''ماعون'' اُن برتنے کی معمولی چیزوں کو کہتے ہیں جو عام طور سے ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں، جیسے برتن وغیرہ۔ پھر ہر قسم کی معمولی چیز کو بھی ''ماعون'' کہہ دیتے ہیں۔ بعض صحابہؓ کرام نے اس کی تفسیر زکوٰۃ سے کی ہے، کیونکہ وہ بھی انسان کی دولت کا معمولی (چالیسواں) حصہ ہوتا ہے۔

اس سورت میں ہمارے لئے سبق: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے ساتھ آخرت کی جزا وسزا پر ایمان لانا۔ یتیموں کی کفالت کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔ مسکین اور محتاج لوگوں کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے میں سبقت کرنا۔ اگر خود غریب لوگوں کی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم ایسے کاموں میں شریک ہونا جن کے ذریعہ غریب لوگوں کی مدد کی جارہی ہو۔ خشوع وخضوع کے ساتھ فرض نمازوں کا اہتمام کرنا۔ فرض نماز کے ساتھ سنن ونوافل کی بھی پابندی کرنا۔ ہر نیک عمل صرف اور صرف اللہ کی رضاجوئی کے لئے کرنا۔ ریا اور شہرت اعمال کی بربادی کا سبب ہیں۔ مال پر زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اس کا حساب لگا کر ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا۔ اگر کوئی پڑوسی یا رشتہ دار روز مرہ استعمال میں آنے والی چیزیں مانگے تو حتی الامکان اسے منع نہ کرنا۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔ حقوق اللہ میں ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز اور زکوٰۃ ہے۔

سورة الكوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيُم

إِنَّـآ أَعْـطَيْـنَـاكَ الْـكَوْثَرَ **(1)** فَـصَـلِّ لِـرَبِّكَ وَانْحَرْ **(2)**

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ **(3)**

کوثر جنت کی ایک نہر ہے، جس سے قیامت کے دن امتِ محمدی سیراب ہو گی

سورۃ الکوثر کا ترجمہ: (اے پیغمبر!) بے شک ہم نے تمہیں کوثر عطا کردی ہے۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ یقین جانو تمہارا دشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے (مقطوع النسل) یعنی تمہارے دشمن کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

شانِ نزول: جس وقت حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے (حضرت قاسم رضی اللہ عنہ) کا بچپن میں انتقال ہوا تو کفار مکہ خاص کر عاص بن وائل آپ کو "ابتر" کہہ کر طعنہ دینے لگا۔ ابتر کا مطلب جس کی نسل آگے نہ چلے، یعنی جس کا کوئی لڑکا نہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے اطمینان کے لئے یہ سورت نازل فرمائی کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی عظیم نعمت سے نوازا ہے جو کسی نبی یا رسول کو نہیں عطا کی گئی، یعنی حوض کوثر۔ آپ کا نام لینے والے اور آپ کے دین پر عمل کرنے والے بے شمار لوگ ہوں گے۔ "ابتر" تو تمہارا دشمن ہے جس کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کی قیمتی زندگی کا ایک ایک لمحہ کتابوں میں محفوظ ہے۔ آپ ﷺ کی ایک ایک سنت آج تک زندہ ہے۔ آپ ﷺ کا نام لینے والے اور آپ کی سنتوں پر مر مٹنے والے بے شمار لوگ دنیا میں موجود ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔ طعنہ دینے والے کو کوئی جانتا بھی نہیں اور اگر کوئی تذکرہ بھی کرتا ہے تو برائی کے ساتھ۔

حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر مبارک کو کیسا عالی و بلند مقام عطا فرمایا کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی دنیا کے چپہ چپہ پر ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک مسجدوں کے مناروں سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ کی

وحدانیت کی شہادت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دی جاتی ہے۔کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ اللہ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا نبی اور رسول تسلیم نہ کرلے۔کوئی ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں نبی اکرم ﷺ پر درودوسلام نہ بھیجا جاتا ہو۔قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی کا یہ بلند مقام صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی حاصل ہوگا، چنانچہ آخرت میں آپ ﷺ کو شفاعت کبری کا مقام محمود حاصل ہوگا۔جس کے ذریعہ کل قیامت کے دن آپ ﷺ لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔سورۃ الاسراء آیت ۷۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حصول کے لئے ہمیں نماز تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حضور اکرم ﷺ کی نسل: نبی اکرم ﷺ کی ساری اولاد آپ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئی، سوائے آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔حضرت خدیجہؓ کی عمر نکاح کے وقت ۴۰ سال تھی، یعنی حضرت خدیجہ ؓ آپ ﷺ سے عمر میں ۱۵ سال بڑی تھیں۔نیز وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے دو شادیاں کرچکی تھیں، اور ان کے پہلے شوہروں سے بچے بھی تھے۔جب نبی اکرم ﷺ کی عمر ۵۰ سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا۔اس طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنی پوری جوانی (۲۵ سے ۵۰ سال کی عمر) صرف ایک بیوہ عورت حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزاردی۔

نبی اکرم ﷺ کے تین بیٹے: ۱۔حضرت قاسمؓ ۲۔حضرت عبداللہؓ ۳۔حضرت ابراہیمؓ

نبی اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں: ۱۔حضرت زینبؓ ۲۔حضرت رقیہؓ ۳۔حضرت ام کلثومؓ ۴۔

حضرت فاطمہؓ۔ آپ ﷺ کی نسل آپ ﷺ کی صاحبزادیوں سے چلی۔ اور ان شاء اللہ کل قیامت تک آپ ﷺ کی نسل باقی رہے گی۔ آپ ﷺ کو ماننے والے، جو آپ کی اولاد کے درجہ میں ہیں، وہ تو اس کثرت سے ہوں گے کہ پچھلی تمام انبیاء کرام کی امتوں سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور ان کا اعزاز و اکرام بھی دیگر امتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا۔

کوثر کے لفظی معنی ''بہت زیادہ بھلائی'' کے ہیں۔ اور کوثر جنت کی اس حوض کا نام بھی ہے جو حضور اقدس ﷺ کے تصرف میں دی جائے گی۔ اور آپ کی امت کے لوگ اس سے سیراب ہوں گے۔ ایک روز جبکہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان تھے، اچانک آپ پر ایک قسم کی نیند یا بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوئی، پھر ہنستے ہوئے آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے پوچھا یارسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے بسم اللہ کے ساتھ سورۃ الکوثر پڑھی۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جنت کی ایک نہر ہے، جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، جس میں بہت خیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کے لئے آئے گی، اس کے پانی پینے کے برتن ستاروں کی تعداد کی طرح بہت زیادہ ہوں گے۔ اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹادیں گے تو میں کہوں گا کہ میرے پروردگار یہ تو میرے امتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حوضِ کوثر کیا ھے؟ احادیث میں مذکور ہے کہ نہر کوثر اصل میں جنت میں ہے،

جس کی دونالیوں سے حوض کوثر میں پانی آتا رہے گا۔ حوض کوثر قیامت کے میدان میں ہوگا۔ حوض کوثر پر نبی اکرم ﷺ کی امت جنت میں داخل ہونے سے قبل پانی پیئے گی۔ جو اس کا پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ نبی اکرم ﷺ اس حوض کے وسط میں تشریف فرما ہوں گے۔ اس کی لمبائی ایلہ (اردن اور فلسطین کے درمیان ایک علاقہ) سے صنعاء (یمن) تک ہوگی، اور اس کی چوڑائی اتنی ہوگی جتنا ایلہ سے جحفہ (جدہ اور رابغ کے درمیان ایک مقام) تک فاصلہ ہے۔ حوض کوثر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔

نماز پڑھو اور قربانی کرو: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ: تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ سورۃ کی پہلی آیت میں بتایا گیا کہ آپ کو ایک عظیم نعمت یعنی حوض کوثر سے نوازا گیا ہے۔ اور اس کے شکریہ کے لئے آپ کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا۔ ایک: نماز کی ادائیگی، اور دوسرے قربانی کرنا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز کی ادائیگی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام (قرآن مجید) میں سب سے زیادہ نماز کا ہی ذکر فرمایا ہے۔ محسن انسانیت کے فرمان کے مطابق: کل قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب لیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی آخری وصیت بھی نماز کی پابندی کے متعلق ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ نبوت والی قیمتی زندگی کا وافر حصہ نماز کی ادائیگی میں ہی لگا۔ لہٰذا ہمیں پانچوں نمازوں کی پابندی کے ساتھ سنن ونوافل کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

قربانی بھی ایک عظیم عبادت ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں

کی قربانی پیش فرمائی تھی جس میں سے ۶۳ اونٹ کی قربانی آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کی تھی اور بقیہ ۳۷ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر (یعنی ذبح) فرمائے۔ (صحیح مسلم ۔ حجۃ النبی ﷺ) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ قرآن کریم کی دوسری آیت میں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر کیا گیا ہے: (اِنَّ صَلَاتِــــــی وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن)۔

اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ: تمہارا دشمن ہی مقطوع النسل ہوگا یعنی اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا۔ آپ کی اولاد ان شاء اللہ کل قیامت تک چلے گی اگرچہ دختری اولاد سے ہو۔ آپ کے ماننے والے کل قیامت تک بے شمار ہوں گے۔ اور قیامت کے دن آپ کی امت سارے نبیوں کی امتوں سے زیادہ تعداد میں ہوگی۔

سورۃ الکوثر میں ہمارے لئے سبق: ۱) حوض کوثر پر ایمان لانا کہ وہ برحق ہے اور نبی اکرم ﷺ کے امتی اس سے سیراب ہوں گے۔ تقریباً پچاس صحابۂ کرام سے حوض کوثر کی احادیث مروی ہیں۔ ۲) پانچوں وقت کی نماز کی پابندی۔ ۳) حسب استطاعت قربانی کے ایام میں زیادہ سے زیادہ قربانی کرنا۔ ۴) اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کا دنیا اور آخرت میں بلند واعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ ہمارے نبی کے دشمنوں کا دونوں جہاں میں خسارہ اور نقصان ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ۵) دین اسلام میں نئی باتیں پیدا کرنے والوں کو حوض کوثر سے دور کردیا جائے گا، لہٰذا ہم اپنی طرف سے کوئی نیا عمل دین اسلام میں شروع نہ کریں۔

سورة الكافرون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قُلْ يَآ أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ **(1)** لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ **(2)** وَلَآ
أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ **(3)** وَلَآ أَنَا عَابِدٌ مَّآ عَبَدْتُّمْ **(4)**
وَلَآ أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ أَعْبُدُ **(5)** لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِىَ
دِيْنِ **(6)**

سورۃ الکافرون کی مختصر تفسیر

(اسلام سے زیادہ کوئی مذہب رواداری اور حسن سلوک کا داعی نہیں)

سورۃ الکافرون کا ترجمہ: تم کہہ دو کہ: "اے حق کا انکار کرنے والو! میں اُن چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تم اُس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں (آئندہ) اُس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم کرتے ہو۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

شانِ نزول: یہ سورت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب مکہ مکرمہ کے کچھ سرداروں نے، جن میں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ شامل تھے، حضور اکرم ﷺ کے سامنے صلح کی یہ تجویز پیش کی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کرلیا کریں تو دوسرے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کرلیں گے۔ کچھ اور لوگوں نے اسی قسم کی کچھ اور تجویزیں بھی پیش کیں، جن کا خلاصہ یہی تھا کہ حضور اکرم ﷺ کسی نہ کسی طرح ان کافروں کے طریقے پر عبادت کے لئے آمادہ ہوجائیں تو آپس میں صلح ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں دوٹوک الفاظ میں واضح فرمادیا کہ کفر اور ایمان کے درمیان اس قسم کی کوئی مصالحت قابل قبول نہیں ہے جس سے حق اور باطل کا امتیاز ختم ہوجائے، اور دین برحق میں کفر یا شرک کی ملاوٹ کردی جائے۔ ہاں اگر تم حق کو قبول نہیں کرتے تو تم اپنے دین پر عمل کرو جس کے نتائج خود بھگتو گے، اور میں اپنے دین پر عمل کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے کوئی ایسی مصالحت جائز نہیں ہے جس میں اُن کے دین کے شعائر کو اختیار کرنا پڑے۔ البتہ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے امن

کا معاہدہ ہوسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فجر کی سنتوں میں پڑھنے کے لئے دو سورتیں بہتر ہیں: سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص۔ صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مغرب کی سنتوں میں یہ دو سورتیں (سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص) عموماً پڑھا کرتے تھے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ طواف کے بعد دو رکعات میں یہ دو سورتیں (سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص) پڑھنا بہتر ہے۔ آپ ﷺ صحابۂ کرام کو سورۃ الکافرون بھی سونے سے قبل پڑھنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ غرضیکہ دیگر اذکار کے ساتھ سونے سے قبل ہمیں چاروں قل پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس سورۃ میں چند کلمات مکرر آئے ہیں، دو کلمہ ایک مرتبہ زمانہ حال کے لئے اور دوسری مرتبہ زمانہ مستقبل کے متعلق آئے ہیں۔ یعنی نہ تو بالفعل ایسا ہو رہا ہے کہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں اور تم میرے معبودوں کی عبادت کرو۔ اور نہ آئندہ ایسا ہوسکتا ہے کہ میں اپنی توحید پر اور تم اپنے شرک پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کے معبود کی عبادت کریں۔

اسلام سے زیادہ کوئی مذہب رواداری اور حسن سلوک کا داعی نہیں ہے۔ اسلام نے ہمیشہ غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے کسی بھی غیر مسلم کو مذہب اسلام قبول کرنے پر کوئی زبردستی نہیں کی، بلکہ صرف اور صرف ترغیب اور تعلیم پر انحصار کیا۔ فرمان الٰہی ہے: دین میں کسی پر جبر نہیں۔ (سورۃ البقرۃ:۲۵۶) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: آپ کہہ دیجیے کہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔ (سورۃ الکہف:۲۹)

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد یہودیوں کے ساتھ آپ کا معاہدۂ صلح مشہور ومعروف ہے۔ اسلام نے رواداری کی اعلیٰ مثال پیش کر کے کفار مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ بھی کی۔ مگر اللہ کا انکار کرنے والوں کے ساتھ صلح میں اسلام کے بنیادی ارکان پر کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی، یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم بتوں کی عبادت شروع کردیں یا اللہ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک ٹھہرا لیں یا محمد ﷺ کو اپنا آخری نبی تسلیم نہ کریں یا مساجد میں نماز کی ادائیگی نہ کریں یا اذان دینا بند کردیں، تو ان امور میں کوئی مصالحت نہیں کی جاسکتی ہے۔

اس سورۃ میں ہمارے لئے سبق:

اللہ ہی صرف عبادت کے لائق ہے۔ اللہ کے ساتھ کسی دوسری ذات کو عبادت میں شریک کرنا جرم عظیم ہے، جس کی کل قیامت کے دن معافی نہیں ہے۔

دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ قرآن وحدیث کے فیصلہ کے خلاف کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی ہے۔

صرف اس نوعیت کی صلح ہوسکتی ہے کہ غیر اسلامی ممالک میں دیگر قومیں اپنے مذہب کے اعتبار سے زندگی گزاریں اور ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں زندگی گزاریں۔ البتہ حکمت ومصلحت کے ساتھ اپنے قول وعمل سے ان کو دین اسلام کی دعوت دیتے رہیں۔

سورة النصر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيُم

إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ **(1)** وَرَأَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ
فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ أَفۡوَاجاً **(2)** فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ
إِنَّهٗ كَانَ تَوَّاباً**(3)**

سورۃ النصر میں نبی اکرم ﷺ کو اللہ کے ذکر اور استغفار کرنے کی تعلیم

سورۃ النصر کا ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو۔ یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

تین آیتوں پر مشتمل یہ مختصر سی سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ زیادہ تر مفسرین کے مطابق یہ سورۃ فتح مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور اس کے بعد لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوں گے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی، جس کے تین ماہ بعد (ربیع الاول ۱۱ ہجری) آپ ﷺ وفات پا گئے۔ یہ قرآن کریم کی آخری سورۃ ہے یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورۃ نازل نہیں ہوئی، البتہ بعض آیات اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں۔

متعدد احادیث اور صحابۂ کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ میں حضور اکرم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آجانے کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کے مجمع کے سامنے اس کی تلاوت فرمائی جس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم وغیرہ موجود تھے۔ سب اس کو سن کر خوش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس میں تو آپ کی وفات کی خبر پوشیدہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق

فرمائی۔ اس سورۃ میں حضور اکرم ﷺ کی وفات قریب ہونے کی طرف اشارہ ہونے کی وجہ سے اس سورۃ کو سورۃ التودیع بھی کہا گیا ہے۔

قرآن کریم کی اس سورۃ میں مذکور اصول وضابطہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں تسبیح واستغفار کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ یعنی ویسے تو ہمیں پوری زندگی ہی اللہ کے ذکر اور استغفار کے ساتھ گزارنی چاہئے۔ لیکن اگر بعض علامتوں سے محسوس ہو کہ موت کا وقت قریب آ گیا ہے تو خاص طور پر استغفار کی کثرت سے کرنی چاہئے۔

فتح مکہ سے پہلے عربوں کی بہت بڑی تعداد کو حضور اکرم ﷺ کی رسالت اور اسلام کی حقانیت پر یقین تو ہو گیا تھا مگر قریش مکہ کی مخالفت کا خوف ان کے اسلام قبول کرنے سے مانع تھا۔ فتح مکہ کے بعد وہ رکاوٹ دور ہو گئی اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسی کی پیشین گوئی اس سورۃ میں دی گئی تھی۔ چنانچہ ۹ ہجری میں عرب کے گوشے گوشے سے بے شمار وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے۔ اسی لئے اس سال کو سال وفود کہا جاتا ہے۔

قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نبوت کے بعد صرف ۲۳ سالہ زندگی میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ کفر وشرک وجہالت میں ڈوبی ہوئی قوم کے عقائد واعمال واخلاق کو ایسی بلندی پر پہنچادیا کہ وہ پوری دنیا کے لئے نمونہ بن گئے۔ جن حضرات سے بکریاں چرانی نہیں آتی تھیں، انہوں نے دنیا کے ایک بڑے حصہ پر ایسی حکومت پیش کی کہ رہتی دنیا تک ان کی مثال پیش کی جاتی رہے گی۔ ۲۳ سالہ نبوت والی زندگی میں عظیم کامیابی حاصل کرنے والے سارے نبیوں کے سردار کو جشن منانے کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر

کرنے اوراس سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ عظیم ہستی پوری عاجزی کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل میں لگ جاتی ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے تھے: سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی ۔ (صحیح بخاری) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد آپ اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے ہر وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اور فرماتے تھے کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، اور دلیل میں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ کی تلاوت فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ نے عبادت میں بڑا مجاہدہ فرمایا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر سے زیادہ مرتبہ گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری۔ باب استغفار النبی فی الیوم واللیلۃ) نبی اکرم ﷺ گناہوں سے پاک وصاف اور معصوم ہونے کے باوجود روزانہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے، اس میں امت مسلمہ کو تعلیم ہے کہ ہم روزانہ اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں، اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہے (یعنی اپنے گناہوں سے معافی طلب کرتا رہے) اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادیتے ہیں۔ ہر غم سے اسے نجات عطا فرماتے ہیں۔ اور ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں

ہوتا۔(ابوداود۔باب فی الاستغفار)

قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی متعدد فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔صرف ایک حدیث پیش خدمت ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب سے نجات دلانے والا نہیں ہے۔عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں، مگر یہ کہ کوئی ایسی بہادری سے جہاد کرے کہ تلوار چلاتے چلاتے ٹوٹ جائے، پھر تو یہ عمل بھی ذکر کی طرح عذاب سے بچانے والا ہوسکتا ہے۔(طبرانی، مجمع الزوائد)

قرآن کی تلاوت اور نماز بھی اللہ کا ایک ذکر ہے، لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء امت نے تحریر کیا ہے کہ بعض اوقات خاص کر صبح وشام میں ہمارا کچھ وقت ضرور صرف اللہ کی تسبیح، تحمید اور تکبیر پڑھنے کے ساتھ درود شریف اور استغفار پڑھنے میں لگنا چاہئے۔

سورة اللَّهَب (المسد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تَبَّـتْ يَدَآ أَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (1) مَـآ أَغْـنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا
كَسَبَ (2) سَيَـصْـلٰـى نَـاراً ذَاتَ لَهَبٍ (3) وَّامْـرَأَتُـهٗ
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ(4) فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ(5)

محسن انسانیت ﷺ کو تکالیف دینے والے
ابولھب اور اس کی بیوی کا انجام بد

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک مکمل سورۃ (سورۃ اللھب) نازل فرما کر قیامت تک آنے والے انس وجن کو یہ بتلا دیا کہ سارے نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ کو تکالیف پہنچانے والوں کے لئے دنیا میں بربادی کے ساتھ آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

سورۃ اللھب کا ترجمہ: ابولہب کے ہاتھ برباد ہوں، اور وہ خود برباد ہو چکا ہے۔ اس کی دولت اور اس نے جو کمائی کی تھی، وہ اس کے کچھ کام نہیں آئی۔ وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی، لکڑیاں ڈھوتی ہوئی، اپنی گردن میں مونجھ کی رسی لئے ہوئے۔

جب قرآن کریم کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو آواز دی۔ جب قبیلہ قریش کے لوگ جمع ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ دشمن تمہارے اوپر حملہ آور ہونے والا ہے۔ کیا آپ لوگ میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں ضرور تصدیق کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی قوم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں، لہٰذا کفر وشرک والی زندگی چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کا چچا ابولہب، جو آپ کی دعوت اسلام کے بعد آپ کا سب سے بڑا دشمن بن گیا تھا اور طرح طرح سے آپ کو تکلیف پہنچاتا تھا، نے کہا: ہلاکت ہو تیرے لئے، کیا تو نے ہمیں اس کے لئے جمع کیا تھا۔ اور آپ کو مارنے کے لئے ایک پتھر اٹھا لیا۔ اس

پر یہ سورت نازل ہوئی۔

یدکے اصل معنی ہاتھ کے ہیں،لیکن یہاں اُس کی ذات مراد ہے،یعنی ابولہب کے لئے بربادی لکھ دی گئی،اب اس کی بربادی میں کوئی شک وشبہ نہیں،چنانچہ بدر کے سات روز کے بعد اس کو طاعون کی گلٹی نکلی۔مرض دوسروں کو لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا یہاں تک کہ اسی بے کسی کی حالت میں مرگیا اور تین روز تک اس کی لاش یونہی پڑی رہی۔جب اس کی لاش سڑنے لگی تو مزدوروں سے اٹھوا کر دبوادیا۔انہوں نے ایک گڑھا کھود کر ایک لکڑی سے اس کی لاش کو گڑھے میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بھر دئے۔

مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ: ابولہب کا مال واسباب کچھ بھی اس کے کام نہیں آیا۔جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا تو ابولہب نے یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ میرا بھتیجہ کہتا ہے اگر وہ سچ بھی ہو تو میرے پاس مال واولاد بہت ہے،میں اس کو دے کر اپنی جان بچالوں گا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے پکڑا تو نہ اس کا مال کام آیا،نہ اولاد۔یہ تو اس کا دنیا میں حال ہوا،آخرت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو فرمان الٰہی ہے:وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: ابولہب کی طرح اس کی بیوی بھی آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچاتی تھی۔یہ حضرت ابوسفیان کی بہن تھی اور ام جمیل کے نام سے پہچانی جاتی تھی۔بعض روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے دار لکڑیاں بچھا دیا کرتی تھی۔نیز بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ بہت زیادہ چغلخوری کرنے والی تھی۔قرآن کریم میں ابولہب کی بیوی کا نام لئے بغیر اس کے عمل کو ذکر کیا ’’لکڑیاں ڈھوتی ہوئی‘‘ تاکہ اس کے عمل کے مطابق جہنم

میں اس کے لئے متعین سزا کی طرف بھی اشارہ ہوجائے۔قرآن کریم میں ابولہب کے اصل نام کا ذکر کئے بغیر اس کی کنیت ابولہب کا ذکر کیا،اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ وہ آگ کے انگاروں میں ڈالا جائے گا۔لہب کے معنی شعلہ کے ہیں۔

فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ: ابولہب کی بیوی کی جہنم کی حالت کو بیان کیا جارہا ہے کہ آہنی تاروں سے مضبوط بٹا ہوا طوق اس کے گلے میں ہوگا۔یعنی جس طرح وہ نبی اکرم ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھانے کے لئے کانٹے اور لکڑیاں اپنے اوپر لاد کر لاتی تھی،اسی طرح جہنم میں آہنی تاروں کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

حَبْل: رسی کو کہتے ہیں۔

مَّسَد: درخت کے اُس پتے یا چھلکے کو کہتے ہیں جس سے مضبوط رسّیاں بٹی جاتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) ابولہب کے دو بیٹوں (عتبہ اور عتیبہ) کے نکاح میں تھیں۔لیکن دین اسلام کی دعوت دینے اور اس سورۃ کے نزول پر ابولہب نے دونوں بیٹوں سے طلاق دلوادی تھی۔بعد میں یہ دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔آپ کی چار صاحبزادیوں میں سے تین صاحبزادیاں آپ ﷺ کی حیات میں ہی انتقال فرما گئی تھیں،جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوئی۔غرضیکہ آپ کی چاروں بیٹیاں ۳۰ سال کی عمر سے قبل ہی انتقال فرما گئیں۔

سورة الاخلاص

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيُم

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ **(1)** اَللّٰهُ الصَّمَدُ **(2)** لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ
يُولَدۡ **(3)** وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ **(4)**

سورۃ الاخلاص میں مکمل توحید اور ہر طرح کے شرک سے نفی ھے

سورۃ الاخلاص کا ترجمہ: اے محمد! کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، یعنی سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں، یعنی اس جیسا کوئی بھی نہیں ہے کیونکہ وہی خالق حقیقی و معبود حقیقی ہے، باقی کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی مخلوق ہے۔

شان نزول: اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اپنے رب کا نسب ہمیں بیان کیجئے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ اپنے رب کے متعلق بتائیں کہ وہ رب کیسا ہے، جس نے آپ کو بھیجا ہے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ غرضیکہ مختلف مواقع پر حضور اکرم ﷺ سے اُس معبود کے متعلق سوال کیا گیا جس کی عبادت کی طرف آپ ﷺ لوگوں کو دعوت دے رہے تھے۔ ہر موقع پر آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان کے جواب میں یہی سورت سنائی تھی۔ البتہ سب سے پہلے یہ سوال مشرکین مکہ نے کیا تھا، اور ان کے جواب میں ہی یہ سورت (سورۃ الاخلاص) نازل ہوئی تھی۔

الفاظ کی تحقیق: قُلْ: اس کے اولین مخاطب تو نبی اکرم ﷺ ہیں کیونکہ آپ ہی سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ کا رب کون ہے اور کیسا ہے؟۔ لیکن حضور کے بعد ہر مسلمان اس کا مخاطب ہے، یعنی ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کرے۔

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: اللہ اُس ذات اقدس کا نام ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جو یکتا ہے،

اس کا کوئی شریک نہیں، جس نے اپنی قدرت سے یہ پوری کائنات بنائی ہے، اور وہی تنہا اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ **اللّٰهُ الصَّمَدُ:** اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت بیان کی گئی کہ وہ صمد ہے۔ صمد لفظ کا مفہوم اردو کے کسی ایک لفظ سے ادا نہیں ہوسکتا۔ اس کے مفہوم میں دو باتیں ہیں کہ سب اس کے محتاج ہیں، اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ:** نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ یہ اُن لوگوں کا جواب ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نسب نامہ کا سوال کیا تھا کہ اللہ رب العزت کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے، جو توالد اور تناسل کے ذریعہ وجود میں آتی ہے۔ نیز اس میں اُن لوگوں کی تردید ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، یا حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ **وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ:** کفو کے لفظی معنی مثل اور مماثل کے ہیں۔ یعنی نہ کوئی اس کا مثل ہے اور نہ کوئی اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم موت کو آج تک اپنی عقلوں سے نہیں سمجھ سکے تو اس ذات اقدس کو اپنی عقلوں سے کیسے سمجھ سکتے ہیں جو زندگی اور موت کا خالق ہو۔ اس کے دیکھنے، سننے اور ہر طرح کی خبر رکھنے کو مخلوق کے سننے، اور دیکھنے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں اللہ کی ذات کو سمجھنے کے لئے اللہ کی مخلوقات میں غور وخوض کرنا چاہیئے، مثلاً سورج، چاند، ستارے، آسمان، زمین، پانی، ہوا، آگ، دھوپ، درخت، پہاڑ، جانور، پھل، سبزیاں وغیرہ کیسے وجود میں آگئے۔ خود ہمیں اپنے جسم کے اعضاء پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ ہمارے جسم کا سارا نظام کیسے چل رہا ہے۔ صرف انگوٹھے کے نشان پر غور کریں کہ آج تک دو انسانوں کے انگوٹھے کا نشان ایک جیسا نہیں ہوا۔

خلاصۂ تفسیر: اس سورت کی ان چار مختصر آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو انتہائی جامع

انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔پہلی آیت (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) میں اُن لوگوں کی تردید ہے جو ایک سے زیادہ معبودوں کے قائل ہیں۔دوسری آیت (اَللّٰهُ الصَّمَدُ) میں اُن لوگوں کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود کسی اور کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا تسلیم کرتے ہیں۔تیسری آیت (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ) میں اُن لوگوں کی تردید ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، یا حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔اور چوتھی آیت (وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ) میں اُن لوگوں کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں کسی اور کی برابری کے قائل ہیں۔اس طرح مختصر سی سورت نے شرک کی تمام صورتوں کو باطل قرار دے کر خالص توحید ثابت کی ہے۔اسی لئے اس سورت کو سورۃ الاخلاص کہا جاتا ہے۔

سورۃ الاخلاص میں مکمل توحید اور ہر طرح کے شرک سے نفی ہے: اس سورت میں ہر طرح کے مشرکانہ خیالات کی نفی کر کے مکمل توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ اللہ ہی ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق ہے۔وہی حقیقی بادشاہ ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اسے اونگھ بھی نہیں آتی ہے۔وہ نہ کبھی سوتا ہے، نہ کھاتا ہے اور نہ وہ پیتا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اگر کائنات میں دو رب ہوتے تو دونوں کا آپس میں اختلاف ہونے کی وجہ سے دنیا کا نظام کب کا درہم برہم ہو گیا ہوتا۔وہ انسان کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔وہ ہر شخص کے ہر عمل سے پوری طرح واقف ہے۔ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے۔نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے، بلکہ سب اس کی مخلوق ہیں۔انسان، جن، چرند، پرند، درند سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج

نہیں ہے۔ وہ سب کے بغیر سب کچھ کرنے والا ہے، اور پوری کائنات مل کر بھی اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی۔ حاجت روا، مشکل کشا اور مسائل کا حل کرنے والی ذات صرف اور صرف اللہ کی ہے۔ وہی مرض اور شفا دینے والا ہے۔ وہی عزت وذلت دینے والا ہے۔ وہی زندگی اور موت دینے والا ہے۔ اسی نے زندگی اور موت کو بنایا ہے تاکہ وہ آزمائے کہ ہم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والے ہیں۔

سورۃ الاخلاص کے فضائل نبی اکرم ﷺ کی زبانی:

سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر:

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ سب جمع ہوجاؤ، میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا۔ جو جمع ہوسکتے تھے، جمع ہوگئے، تو آپ ﷺ تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی سورۃ الاخلاص کی تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم۔ باب فضل قراءۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے صحابی (حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ وہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بار بار دہرا رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا کیونکہ وہ اسے معمولی عمل سمجھتے تھے (کہ ایک چھوٹی سی سورت کو بار بار دہرایا جائے)۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ سورت قرآن کریم کی ایک تہائی کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری۔ باب فضل قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ)

مذکورہ بالا ودیگر احادیث میں سورۃ الاخلاص کو ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا ہے، جس کی

مفسرین نے مختلف توجیہ بیان فرمائی ہیں:

۱) قرآن کریم نے بنیادی طور پر تین عقیدوں پر زور دیا ہے: توحید، رسالت اور آخرت۔ اس سورت میں ان تین عقیدوں میں سے توحید کے عقیدے کی مکمل وضاحت فرمائی گئی ہے۔ اس لئے اس سورت کو ایک تہائی قرآن کہا گیا ہے۔

۲) قرآن کریم میں تین امور خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ کی صفات، احکام شرعیہ اور انبیاء کرام و پہلی امتوں کے قصے۔ اس سورت میں اللہ کی جملہ صفات کو اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے، یعنی اس سورت میں تین امور میں سے ایک امر کا مکمل طور پر اجمالی ذکر آ گیا ہے، اس لئے اس سورت کو ایک تہائی قرآن کہا گیا ہے۔

۳) قرآن کریم کے معانی اور مفہوم تین علوم پر مشتمل ہیں۔ علم التوحید، علم الشرائع اور علم اخلاق وتزکیہ نفس، اس سورت میں علم التوحید سے متعلق بیان کیا گیا ہے، اس وجہ سے سورۃ الاخلاص کو نبی اکرم ﷺ نے ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔

سورۃ الاخلاص کی کثرت سے تلاوت کرنے والا اللّٰہ کا عزیز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک صاحب کو ایک مہم پر روانہ کیا۔ وہ صاحب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور نماز میں ختم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر کرتے تھے۔ جب لوگ واپس آئے تو اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ سے کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ وہ یہ طرز عمل کیوں اختیار کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ یہ صفت اللہ کی ہی اور میں اسے پڑھنا عزیز

رکھتا ہوں۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ بھی انہیں عزیز رکھتا ہے۔
(صحیح بخاری۔کتاب التوحید۔باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ)

سورۃ الاخلاص سے سچی محبت کرنے والا جنت میں جائے گا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی مسجد قباء میں ہم لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ان کی عادت تھی کہ جب بھی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنے لگتے تو پہلے سورۃ الاخلاص پڑھتے پھر کوئی دوسری سورت پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کیا آپ سورۃ الاخلاص پڑھنے کے بعد یہ سوچتے ہیں کہ یہ کافی نہیں جو دوسری سورت بھی پڑھتے ہیں۔یا تو آپ یہ سورت پڑھ لیا کریں یا پھر کوئی اور سورت۔انہوں نے فرمایا: میں اسے (سورۃ الاخلاص کی تلاوت) ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تمہاری امامت کروں تو ٹھیک ہے ورنہ میں (امامت) چھوڑ دیتا ہوں۔وہ لوگ انہیں اپنے میں سب سے افضل سمجھتے تھے،لہٰذا کسی اور کی امامت پسند نہیں کرتے تھے۔چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ قصہ بیان کیا۔آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا: تمہیں اپنے ساتھیوں کی تجویز پر عمل کرنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ تم ہر رکعت میں یہ سورت پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس سورت کی محبت یقیناً جنت میں داخل کرے گی۔(ترمذی۔کتاب فضائل القرآن۔باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ ﷺ نے کسی کو سورۃ الاخلاص پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت۔ (ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص) یعنی جس نے اس سورت کے تقاضوں پر عمل کرلیا تو وہ ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوگیا۔

معوذتین کی طرح سورۃ الاخلاص کی تلاوت دنیاوی آفات سے حفاظت کا ذریعہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات جب بستر پر آرام کے لئے لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک ساتھ کرکے ''قل ہو اللہ احد''، ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' پڑھ کر ان پر پھونکتے تھے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ سر، چہرہ اور جسم کے آگے کے حصہ سے شروع کرتے۔ یہ عمل آپ تین مرتبہ کرتے تھے۔ (بخاری۔ باب فضل المعوذات)

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں بارش اور سخت اندھیرا تھا، ہم رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے، جب آپ ﷺ کو پالیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، میں نے عرض کیا کہ کیا کہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، قل ہو اللہ احد، اور معوذتین پڑھو، جب صبح اور شام ہو، تین مرتبہ یہ پڑھنا تمہارے لئے ہر تکلیف سے امان ہوگا۔ (ابوداود، ترمذی، نسائی)

خلاصۂ کلام: جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کیا گیا کہ سورۃ الاخلاص قرآن کریم کی ایک عظیم سورت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سورت کو ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا ہے، جس کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ اس مختصر سی سورت سے محبت کرنے والوں اور اس کو اہتمام سے پڑھنے والوں کو آپ ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی ہے۔ معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کے ساتھ سورۃ الاخلاص پڑھ کر اپنے او پر دم کرنے سے متعدد آفات سے حفاظت ممکن ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات بیان کی گئی ہیں، ان پر غور وخوض کریں۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کی جملہ صفات پر ایمان لائیں اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ تمام بدنی ومالی عبادات میں صرف اللہ کی ذات کی رضا مطلوب ہو۔

سورۃ الفلق وسورۃ الناس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ أَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ (1) مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ (2) وَمِنۡ شَرِّ
غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (3) وَمِـنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِىۡ الۡعُقَدِ (4)
وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ(5)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُـلۡ أَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ (1) مَلِكِ النَّاسِ (2) إِلٰـهِ النَّاسِ
(3) مِـنۡ شَـرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ (4) الَّـذِىۡ يُوَسۡوِسُ
فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ(5) مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ(6)

سورۃ الفلق وسورۃ الناس میں جادو، نظر بد اور آفات سے بچنے کی بڑی تاثیر

سورۃ الفلق کا ترجمہ: (اے نبی!) کہو کہ میں صبح کے مالک (اللہ) کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے، اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھیل جائے، اور اُن جانوں کے شر سے جو (گنڈے کی) گرہوں میں پھونک مارتی ہیں، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

سورۃ الناس کا ترجمہ: (اے نبی!) کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی، سب لوگوں کے بادشاہ کی، سب لوگوں کے معبود کی، اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے۔

قرآن کریم کی یہ آخری دو سورتیں معوّذتین کہلاتی ہیں۔ جمہور مفسرین کی رائے ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں اور یہ دونوں سورتیں اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب ایک یہودی ''لبید بن اعصم'' نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کرنے کی کوشش کی تھی، اور اس کے کچھ اثرات آپ ﷺ پر ظاہر بھی ہوئے تھے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ان سورتوں کی تلاوت اور اُن سے دم کرنا جادو کے اثرات دور کرنے اور دیگر دنیاوی آفات سے بچنے کے لئے بہترین عمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ ان دونوں سورتوں کی تلاوت کر کے اپنے مبارک ہاتھوں پر دم کرتے اور پھر ان ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے تھے۔ آپ ﷺ صحابۂ کرام کو بھی ان سورتوں کو مختلف اوقات میں پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے۔ غرضیکہ ان دونوں سورتوں کو جادو، نظر بد اور

جسمانی وروحانی آفات کے دور کرنے میں بڑی تاثیر ہے،اور ہر شخص ان کے منافع اور برکات کوحاصل کرنے کامحتاج ہے۔

الفاظ کی تحقیق: قُلْ ''کہو''اس ارشاد کےاولین مخاطب تو حضوراکرم ﷺ ہیں، مگر قیامت تک آنے والےتمام انس وجن بھی اس کے مخاطب ہیں۔اَعُـــوْذُ''میں پناہ مانگتا ہوں''۔ پناہ مانگنے سے مراد کسی چیز سےخوف محسوس کر کےاپنے آپ کواس سے بچانے کے لئےکسی دوسرے کی حفاظت میں جانا۔مؤمن ایسی تمام آفات جن کودور کرنے پر وہ خوداپنے آپ کوقادرنہیں سمجھتا،صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتاہےاوراسی کی پناہ مانگتاہے۔فَلَـق کےلفظی معنی پھٹنے کے ہیں، یہاں صبح کانمودارہونامرادہے۔رَبِّ الْـفَـلَـقِ سےاللہ جل جلالہ مراد ہیں۔مِـنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں ساری مخلوق داخل ہے،یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتاہوں ساری مخلوق کےشرسے۔یہاں تین چیزوں کےشرسےخاص طور پر پناہ مانگی گئی ہے:مِـــنْ شَـــرِّ غَـاسِـقٍ اِذَا وَقَبَ، وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ اوروَمِـنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور اندھیری رات کےشر سے جب وہ پھیل جائے،اوراُن جانوں کےشرسے جو(گنڈے کی گرہوں میں پھونک مارتی ہیں، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ اندھیری رات کےشرسےخاص طور پراس لئے پناہ مانگی گئی ہے کہ عام طور پر جادوگروں کی کاروائیاں رات کےاندھیروں میں ہوا کرتی ہیں۔''نَـفّٰـثٰـت'' میں مردوعورت دونوں داخل ہیں، جادوگرمرد ہوں یا عورت، دھاگے کے گنڈے بنا کراس میں گرہیں لگاتے جاتے ہیں، اوران پر کچھ پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہتے ہیں،اُن کےشرسے پناہ مانگی گئی ہے۔نبی اکرم ﷺ پرجادوورات میں کیا گیا تھا،گرہیں باندھ کرکیا گیا تھااورآپ سےحسدکی بنیاد پرکیا گیا تھا،اس

لئے ان تین چیزوں سے خاص طور پر پناہ مانگی گئی۔ ''حسد'' کے معنی ہیں کسی کی نعمت وراحت کو دیکھ کر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس سے یہ نعمت ختم ہوجائے چاہے اس کو بھی حاصل نہ ہو۔ حسد حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

سورۃ الفلق میں اللہ کی ایک صفت رب الفلق ذکر کرکے تین چیزوں سے پناہ مانگی گئی تھی۔ سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات (رَبِّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ اور اِلٰهِ النَّاسِ) ذکر کرکے ایک چیز سے پناہ مانگی گئی ہے اور وہ ہے شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے۔ ''وَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ'' وسواس کے معنی بار بار وسوسہ ڈالنے کے ہیں، اور خناس کے معنی ظاہر ہونے کے بعد چھپنے، یا آنے کے بعد پیچھے ہٹ جانے کے ہیں۔ یعنی وہ بار بار وسوسہ اندازی کی کوشش کرتا ہے، ایک بار ناکامی پر دوبارہ، سہ بارہ اور بار بار آتا رہتا ہے۔

کیا شیطان کوئی مستقل مخلوق ہے؟ انسان، جنات اور فرشتوں کی طرح شیطان کوئی مستقل مخلوق نہیں ہے بلکہ شیطان انسانوں اور جنات میں سے اللہ کے نافرمان بندے ہوتے ہیں، جو خود گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ شیطانوں کا سردار ''ابلیس'' جن میں سے ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: اِلَّا اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ (سورۃ الکہف ۵۰)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور (جس طرح یہ لوگ ہمارے نبی سے دشمنی کررہے ہیں) اسی طرح ہم نے ہر (پچھلے) نبی کے لئے کوئی نہ کوئی دشمن پیدا کیا تھا، یعنی انسانوں اور جنات میں سے شیطان قسم کے لوگ، جو دھوکا دینے کی خاطر ایک دوسرے کو بڑی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے رہتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔ لہٰذا ان کو اپنی افتراپردازیوں میں پڑا رہنے دو۔ (سورۃ الانعام ۱۱۲) شیطان جو جنات میں سے ہوتے

ہیں، وہ نظر نہیں آتے اور دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں، لیکن انسانوں میں سے جو شیطان ہوتے ہیں وہ نظر آتے ہیں، اور ان کی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں سن کر انسان کے دل میں طرح طرح کے برے خیالات اور وسوسے آجاتے ہیں۔ اس لئے اس سورت میں دونوں قسم کے وسوسہ ڈالنے والوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

ان آیات میں اگرچہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کا ذکر آیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین کر کے یہ بھی واضح فرمادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے اور اُس کا ذکر کرنے سے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ نیز سورۃ النساء ۷۶ میں فرمایا گیا ہے کہ اس کی چالیں کمزور ہیں، اور اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ انسان کو گناہ پر مجبور کرسکے۔ سورۃ ابراہیم ۲۲ میں خود اس کا یہ اعتراف اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ مجھے انسانوں پر کوئی اقتدار حاصل نہیں۔ یہ تو انسان کی ایک آزمائش ہے کہ وہ انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جو بندہ اس کے بہکانے میں آنے سے انکار کرے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لے تو شیطان اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا ہے۔

کیا جادو برحق ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ متفق ہے کہ جادو برحق ہے۔ تقریباً ۲۵ مرتبہ قرآن کریم میں جادو کا ذکر وارد ہوا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۰۲ کی روشنی میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جادو کرنا یا کروانا حرام ہے، بلکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جادو کرنے والا اور کروانے والا دائرہ اسلام سے ہی نکل جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جادو کرے یا جادو کروائے یا گرہ لگائے اور جو شخص کسی عامل کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد پر نازل کی گئی ہے۔ (مسند بزاز، معجم کبیر، مجمع الزوائد) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک

کرنے والی چیزوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ جادو کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا۔ معصوم پاکدامن عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کسی بھی صحابی یا تابعی نے جادو سے انکار نہیں کیا اور یہ جادو ان کے دور میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں جادو کا ذکر تو وضاحت کے ساتھ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ غرضیکہ جادو برحق ہے، لیکن جادو کرنا یا کروانا حرام اور انسان کو ہلاک کرنے والا گناہ کبیرہ ہے۔ بعض علماء کی رائے میں جادو کرنا یا جادو کروانا کفر ہے۔ اس زمانہ میں بعض لوگوں نے اپنی اپنی دکانیں کھول رکھی ہیں، اس میں سے ۹۹ فیصد لوگ ڈھونگی ہوتے ہیں، نہ وہ جادو کرنا جانتے ہیں اور نہ ہی ان کو جادو کا توڑ معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ عوام خاص کر خواتین کو بے وقوف بنا کر پیسہ ٹھگتے ہیں۔

کیا نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تھا؟ متعدد احادیث صحیحہ حتی کہ حدیث کی سب سے مشہور ومعروف کتاب (صحیح بخاری۔ کتاب الطب۔ باب السحر) میں وارد حدیث کی بنیاد پر جمہور مفسرین ومحدثین وعلماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر جادو کروایا گیا تھا۔ اور اس کے کچھ اثرات آپ ﷺ پر ظاہر بھی ہوئے تھے۔ لبید بن اعصم ایک یہودی نے آپ ﷺ کی کنگھی حاصل کرکے اس میں گیارہ گرہیں لگا کر اس کو ایک (سوکھے) کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اس پورے واقعہ کی اطلاع فرمائی، آپ ﷺ نے اس کنگھی کو حاصل کیا، اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں جن میں گیارہ آیات ہیں، آپ ﷺ ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک

گرہ کھولتے رہے، یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں، اور آپ سے اچانک ایک بوجھ سا اتر گیا۔

بعض حضرات نے یہ کہہ کر حضور اکرم ﷺ پر جادو کا اثر ہونا منصب نبوت کے منافی ہے، تمام احادیث صحیحہ کا انکار کرکے کہہ دیا کہ حضور اکرم ﷺ پر کوئی جادو نہیں ہوا تھا۔ لیکن ان کے اس خودساختہ موقف کی وجہ سے احادیث صحیحہ کا انکار کرنا لازم آئے گا، جو کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر ہوئے جادو کے اثرات صرف آپ ﷺ کی ذات تک محدود رہے حتی کہ صحابۂ کرام کو یہ معلوم تک نہ ہوسکا کہ آپ ﷺ پر کیا گزر رہی ہے۔ رہی آپ کے نبی ہونے کی حیثیت تو آپ ﷺ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔ کسی ایک روایت میں بھی یہ نہیں ملتا کہ اس زمانہ میں آپ ﷺ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہوں یا آپ ﷺ سے نماز چھوٹ گئی ہو یا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی غلط بات نکلی ہو۔ غرضیکہ جادو کا اثر بھی اسباب طبیعیہ کا اثر ہوتا ہے، بعض اسباب طبیعیہ سے بخار آجانا یا مختلف قسم کے درد و امراض کا پیدا ہوجانا ایک امر طبیعی ہے، جس سے پیغمبر و انبیاء مستثنیٰ نہیں ہوتے، اسی طرح جادو کا اثر بھی اسی قسم سے ہے۔

کیا دونوں سورتوں سے دنیاوی واخروی آفات سے حفاظت ممکن ہے؟

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی بھی چیز ہمیں نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ احادیث میں ان دونوں سورتوں کے متعدد فضائل اور برکات مذکور ہیں۔ یعنی اللہ کے حکم سے ان سورتوں کی تلاوت سے متعدد دنیاوی واخروی آفات سے حفاظت ہوسکتی ہے، حتی کہ جادو سے بھی ہماری حفاظت ممکن ہے۔ حضرت عقبہ بن

عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل فرمائی ہیں کہ ان کی مثل نہیں دیکھی۔ یعنی "قل اعوذ بربِّ الفلق" اور "قل اعوذ بربِّ الناس"۔ (صحیح مسلم۔ باب فضل قراءۃ المعوذتین) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی بیماری پیش آتی تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے۔ پھر جب مرض الوفات میں آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں سے آپ کے جسد مبارک پر پھیرتی تھی برکت کی امید سے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات جب بستر پر آرام کے لئے لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک ساتھ کر کے "قل ھواللہ احد"، "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر ان پر پھونکتے تھے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ سر، چہرہ اور جسم کے آگے کے حصہ سے شروع کرتے۔ یہ عمل آپ تین مرتبہ کرتے تھے۔ (بخاری۔ باب فضل المُعَوذات) حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں بارش اور سخت اندھیرا تھا، ہم رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے، جب آپ ﷺ کو پالیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، میں نے عرض کیا کہ کیا کہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، قل ھواللہ احد، اور معوذتین پڑھو، جب صبح اور شام ہو، تین مرتبہ یہ پڑھنا تمہارے لئے ہر تکلیف سے امان ہوگا۔ (ابوداود، ترمذی، نسائی) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کرو۔ یعنی "قل اعوذ بربِّ الفلق" اور "قل اعوذ بربِّ الناس"۔ (صحیح مسلم ۔ باب فضل قراءۃ المعوذتین) بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ اخلاص بھی معوذات

میں شامل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کا ان دونوں سورتوں کو سوتے وقت، صبح وشام اور ہر نماز کے بعد پڑھنے کا معمول تھا۔ ہمیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جادو اور متعدد آفات سے حفاظت ہوگی۔ نیز ہمیں ہمیشہ شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کرکے اللہ کی عبادت میں سبقت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو فرائض ہم پر عائد کئے گئے ہیں ان پر نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ اگر شیطانی طاقتیں ہمارے دل ودماغ میں اسلامی تعلیمات کے خلاف وساوس ڈالیں تو علماء کرام سے قرآن وحدیث کی روشنی میں رجوع فرمائیں۔ بے شمار دنیاوی امور میں بھی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہم ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً ایک خوبصورت صحت مند نوجوان جس نے پوری زندگی کسی کو تکلیف بھی نہیں دی اور بے شمار خوبیوں کا مالک بھی ہے مگر چلتے چلتے ٹھوکر کھا کر مر جائے تو پوری دنیا باوجویکہ اس کے ساتھ ہمدردی رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتی ہے۔ اسلام کی تو بنیاد ہی خالق کائنات کے سامنے اپنے آپ کو جھکانے پر ہے، لہٰذا اگر شیطانی طاقتیں اللہ کی عبادت سے ہٹانے کی کوشش کریں تو اللہ کی پناہ لیں، اس کا ذکر کریں اوراس کے احکام پر عمل کریں۔ اسی میں میری، آپ کی اور پوری انسانیت کی کامیابی مضمر ہے۔

تین زبانوں میں دنیا کی پہلی حج و عمرہ موبائل ایپ

Word's First Hajj & Umrah Mobile Application in 3 Languages

www.najeebqasmi.com

تین زبانوں میں دنیا کی پہلی اسلامی موبائل ایپ

Word's First Islamic Mobile Application in 3 Languages

ISBN: 9780995788504